ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

3 جمادی الاول ۱۴۳۵ھ —— مارچ ۲۰۱۴ء

مجلس احرار اسلام

- عالمی طاغوت کے خونی کھیل کا اگلا شکار، پاکستان
- چناب نگر میں تحفّظِ ختمِ نبوت کا کام!
- سود سے متعلّق ’’قائداعظم‘‘ کا فرمان، عمل درآمد کب ہوگا؟
- مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ...... پس منظر پیش منظر

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے 84 سال

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شانِ دیانت
- سیدنا علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، شہر بانو اور یزدگرد
- خاندانِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں
- مرزائی پاکٹ بک اور اس کا دجل و فریب

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

- ★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
- ★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے مشکوٰۃ شریف تک داخلے
- ★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
- ★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
- ★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بانی: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 25 شمارہ 3 جمادی الاولیٰ 1435ھ ـــ مارچ 2014ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

فیضانِ نظر ـــ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ـــ ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسؤل ـــ سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر ـــ عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین ـــ محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر ـــ محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ـــ -/200 روپے
بیرون ملک ـــ -/4000 روپے
فی شمارہ ـــ -/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر 1-8-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

دل کی بات:	عالمی طاغوت کے خونی کھیل کا اگلا شکار، پاکستان	مدیر	2
شذرات:	چناب نگر میں تحفظ ختم نبوت کا کام!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	سود سے متعلق قائد اعظم کے فرمان پر کب عمل ہوگا؟	مولانا زاہد الراشدی	7
//	’’بت ہم کو کہیں کافر، اللہ کی مرضی ہے‘‘	منصور اصغر راجہ	10
دین و دانش:	سیدنا علی......زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ شہر بانو اور یزدگرد، ایک مختصر تاریخی اور تحقیقی تجزیہ	امام اہل سنت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	13
//	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شانِ دیانت	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	19
//	خاندان سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں	مولانا حکیم محمود احمد ظفر	21
//	خیر القرون کے دو آشنا	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	27
//	مسلمانوں کا نظامِ تعلیم......پس منظر پیش منظر	حبیب الرحمٰن اعظمی	29
ادبیات:	خلیفۂ راشد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	33
//	شکستِ خواب	کرم حیدری	34
آپ بیتی:	’’ورق ورق زندگی‘‘ (قسط:۳۲)	پروفیسر خالد شبیر احمد	35
مطالعۂ قادیانیت:	مرزائی پاکٹ بک اور اس کا دجل و فریب	حافظ عبید اللہ	45
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی، مولوی اخلاق احمد	54
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

عالمی طاغوت کے خونی کھیل کا اگلا شکار، پاکستان

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر کے طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا۔ عالمی طاغوتی اتحادی افغانستان پر چڑھ دوڑے اور اپنا جدید ترین مہلک اسلحہ استعمال کر کے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ تیرہ سال کی طویل جنگ کے بعد امریکہ پسپائی، ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کے بعد افغانستان سے واپسی کا فیصلہ کرنے پر مجبور ہے۔ جنگ کے نتیجے میں امریکی اور نیٹو فوجی نفسیاتی مریض بن چکے ہیں اور خود امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک میں فوجوں کی واپسی کی آوازیں بلند ہونے لگی ہیں۔ طالبان کے کمالِ عزم واستقامت نے طاغوتِ اکبر اور اس کے زلّہ خواروں کو ناکامی کے زخم چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ امریکہ دو ہزار چودہ کے اختتام تک اپنی فوجیں واپس لے جانے کا شیڈول دے چکا ہے، لیکن واپسی سے قبل کرزئی حکومت سے ایک سیکیورٹی معاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت دس ہزار امریکی فوجی افغانستان میں تعینات رہیں گے تا کہ افغانستان میں امریکی مفادات کے خلاف نبرد آزما قوتوں کی سرگرمیوں کو مانیٹر کیا جا سکے لیکن تا حال حامد کرزئی اس معاہدے پر دستخط سے انکاری ہیں۔ اُن کا مؤقف ہے کہ امریکہ طالبان سے مذاکرات کر کے براہِ راست امن معاہدہ کرنا چاہتا ہے جس سے کرزئی حکومت کو شدید خطرات ہیں۔ امریکہ کا مقصودِ اوّل و آخر مسلمانوں کی ہلاکت اور مسلم ممالک پر تسلط کے بعد انہیں معاشی و اقتصادی اور سیاسی و تہذیبی طور پر تباہ و برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں، امریکی تاریخ اس خونی کھیل کے واقعات سے بھری پڑی ہے، اے کاش مسلم حکمران عبرت حاصل کریں امریکہ کسی کا دوست نہیں۔ اس کے تمام دوست اسی نتیجہ پر پہنچے کہ:

آہ! ہم کس خیال میں گم تھے
دوستی کے لباس میں تم تھے؟

امریکہ نے اپنی مکروہ گریٹ گیم کے تحت سوئیکارنو اور شاہ فیصل کو قتل کرایا، بھٹو کو پھانسی پر لٹکایا، ضیاء الحق کو پوری فوجی رجیم کے ساتھ اپنے سفیر رافیل سمیت موت کی سکوت آسا وادی میں دھکیل دیا۔ عراق سے کویت پر حملہ کرایا پھر عراق اور ایران کے درمیان طویل جنگ کا بازار گرم کیا، سعودی عرب کو استعمال کر کے اس کا خطیر سرمایہ خرچ کرایا، پاکستان کو بھی استعمال کرتے ہوئے عراق میں پاک فوج کا تعاون حاصل کیا۔ صدام حسین کو پھانسی چڑھایا، لیبیا کے معمر قذافی کی لاش کو سڑکوں پر گھسیٹا (جس کی پاداش میں اپنے سفیر کی لاش بھی لیبیا کی سڑکوں پر گھسٹتے دیکھی۔) پہلے مصر میں اپنے دوست حسنی مبارک کو اقتدار سے معزول کر کے پنجرے میں بند کرایا پھر فوجی بغاوت کے ذریعے اخوان المسلمون کی حکومت گرا کر محمد مرسی کو بھی فوجی عدالت میں لا کھڑا کیا۔ اب شام کا محاذ کھول کر سعودی عرب کو تنہا کیا پھر سعودیہ سے دوستی کا ہاتھ کھینچ کر ایران کی سرپرستی اور تعلقات میں گرم جوشی پیدا کر دی۔

اس تناظر میں سعودی ولی عہد شہزادہ سلیمان بن عبدالعزیز کا حالیہ دورۂ پاکستان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ سعودی رائل فیملی کو امریکہ سے اپنے بڑھاپے کے عشق میں ہارٹ بریکنگ کے بعد اب برادر اسلامی ممالک کا خیال آرہا

ہے۔میڈیا رپورٹس کے مطابق وہ شام میں بشار حکومت کے خلاف جاری جنگ میں پاکستان کی حمایت اور تعاون حاصل کرنے آئے تھے۔اگرچہ پاکستانی حکمرانوں نے اس سے انکار کیا ہے لیکن قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی جماعتوں کی طرف سے شام کے مسئلے پر سعودیہ کی مخالفت سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔اگرچہ امریکہ کو اپنے تیرہ سالہ استکبار کے باوجود عراق سے فوجیں نکالنی پڑیں اور افغانستان سے ۲۰۱۴ء میں فوجیں نکالنے کا اعلان کرنا پڑا مگر امتِ مسلمہ کے خلاف اس کا خونی کھیل آخری مراحل میں ہے جس کا اگلا نشانہ اور شکار بطورِ خاص پاکستان کے اہلِ ایمان ہیں۔وہ افغانستان سے برائے نام چلے جانے کے بعد بھی یہاں موجودگی کی منصوبہ بندی میں ہے۔امریکہ خطے میں اپنی مداخلت سے دستبردار نہیں ہوگا ایران کی سرپرستی اسی خونی کھیل کا نقطۂ آغاز ہے۔افغانستان اور پاکستان کی نگرانی اور دونوں ملکوں کی نااہل اور بے دین سیاسی وفوجی قیادتوں کے ذریعے دونوں ملکوں میں موجود اہلِ ایمان کو کمزور کرنا اور خاک بدہن نابود کرنا ہی امریکہ کا مطلوب ومقصود ہے۔

پاکستانی طالبان سے مذاکرات کی نوٹنکی انتہائی بھدی ہدایات وپیشکش کے ساتھ ریلیز کی گئی۔روزِ اوّل سے ہی مذاکراتِ امن کے نعرے لگانے والوں کی باچھوں سے تازہ انسانی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔وزیرِ داخلہ چودھری نثار کا یہ کہنا کہ:''آپریشن کا فیصلہ ابھی نہیں کیا گیا اور اگر فیصلہ ہوا تو سب کو اعتماد میں لے کر کیا جائے گا''۔ایسا بدذوق مذاق ہے جس پر ہنسا بھی نہیں جاسکتا۔قبائل میں غیر علانیہ آپریشن کس دن موقوف کیا گیا تھا؟حالیہ بمباری نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ہم چاہتے ہیں کہ مذاکرات ہوں اور ملتِ پاکستان امن کا منہ دیکھے۔لیکن حدود وقیود سے متجاوز سرکشوں کی ریلیوں کو دیکھ کر کبھی کبھی جی میں آتا ہے کہ ان کی حسرتیں پوری ہوں اور یہ سآء صباح المنذرین کا نظارہ دیکھیں۔

پاکستان کے ریاستی سٹیک ہولڈرز کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ امریکہ اپنی تمام تر طاقتوں کو برتنے کے بعد عراق سے ذلیل وخوار ہوکر نکلا اور اب افغانستان کے مشرق پر اُس کی نمرودیت کے سامنے روزانہ ایک نیا سورج طلوع ہورہا ہے۔اس نے سپر پاور ہونے کے باوجود اُمّت کی لاج ابطال وفرسان کے سامنے آج تک ذلت، شکست اور ہزیمت ہی اٹھائی ہے تو پاکستان بھی دیہاڑی دار کرائے کے قاتل کا کردار ادا کر کے کوئی کامیابی اور عزت حاصل نہیں کرسکتا۔اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا. کیا یہ اُن (کافروں) کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔(النساء،آیت:139)

تہذیبِ ناسپاس کے اے سرکشیدہ شاہ　　ہتھیار جوہری ترے، برقی تری سپاہ
جتنا جدید ہے ترا سامانِ جنگ لا　　جو ڈھونڈ لے نشانہ وہ تیر و تُفَنگ لا
یہ بھی درست تیرا فضاؤں پہ راج ہے　　نمرود کی خدائی رعونت کا تاج ہے
ممکن ہو جتنی آگ تو برسا زمین پر　　آتش میں کود جانا بھی میرا مزاج ہے
میں نے لگائی خرمنِ بوجہل میں بھی آگ　　تو اور مجھ سے معرکہ؟ کچھ ہوش کر تو جاگ
اجداد کی صفات کا میں بھی امین ہوں
ایماں مرا قبیلہ ہے، ابنِ یقین ہوں

عبداللطیف خالد چیمہ *
شذرہ

چناب نگر میں تحفظِ ختمِ نبوت کا کام!

’’ربوہ‘‘ کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں عبدالرشید نامی قادیانی نے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ ’’دنیا میں پانچ اہم مراکز ہیں، مکہ، مدینہ، یروشلم، قادیان اور ربوہ۔‘‘

ربوہ کے قرآنی لفظ سے قادیانی دنیا کو دھوکہ دیتے تھے چنانچہ ربوہ کو چناب نگر کا نام دینے کے پیچھے ایک طویل محنت مضمر ہے، خصوصاً حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے دن رات ایک کر دیا! تب یہ معرکہ سر ہوا۔

اِبتدائی ربوہ (حالیہ چناب نگر) 1034 ایکڑ پر مشتمل تھا جو اب بڑھ کر تقریباً چار گنا رقبہ پر محیط ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اکابر احرار نے قادیان کی طرح ربوہ میں بھی مسلم مرکز قائم کرنے کے لیے کوششیں کیں لیکن یہ سعادت اِبن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔ 1975ء میں اِس مقصد کے لیے کام شروع ہوا اور 27؍فروری 1976ء کو جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرکاری پابندیوں کے باوجود رات کو ربوہ کے مضافات میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ نمازِ جمعہ سے قبل ’’مسجد احرار‘‘ کا سنگ بنیاد رکھا اور گرفتار کر لیے گئے۔ ربوہ کے ہر طرف پولیس نے ناکے لگائے، ہزاروں لوگوں نے مختلف مقامات پر نماز جمعہ ادا کی جنہیں پولیس نے نہ پہنچنے دیا۔ نمازِ جمعہ سے قبل سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی حیلے سے پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں خطبہ دیا، نماز جمعہ پڑھائی اور گرفتاری دے دی۔ میں گورنمنٹ کالج ساہیوال میں پڑھتا تھا اور اپنے ایک کلاس فیلو کے ساتھ دور دراز کا پیدل سفر کر کے موقع پر پہنچ گیا۔ مولانا ہزاروی تو پہنچ چکے تھے البتہ مولانا سید عطاء المحسن بخاری کو آتے ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ کس طرح پہنچے۔ ربوہ میں داخل ہونے کا یہ پہلا معرکہ تھا جو قادیان (اکتوبر ۱۹۳۴ء) کی طرح یہاں بھی احرار کے حصے میں آیا۔ پھر مسلمانوں اور مسلم تنظیموں کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ 8؍جنوری 1982ء کے 12؍ربیع الاوّل کو مولانا اللہ یار ارشد رحمۃ اللہ علیہ، بھائی محمد عباس نجمی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہد کاشمیری نے مسجد احرار سے جلوس نکال دیا، ایک تانگہ اور کچھ بچے، مذکورہ تینوں حضرات قیادت کرتے ہوئے اور نعرے لگواتے ہوئے اقصیٰ چوک، ایوان محمود، گول بازار سمیت کافی سارا ربوہ چھان مارا اور چند دیوانوں نے ربوہ کے ’’قصرِ خلافت‘‘ کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ جلوس کے اختتام پر ملک ربنواز ایڈووکیٹ کا بیان ہوا، یہ سب کچھ اتنا اچانک تھا کہ بس اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد نے ان کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ اگلا سال آیا تو 12؍ربیع الاوّل کو علاقائی سطح پر جلوس کی شکل بن گئی

(سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)

اور پھر سال ہا سال تک ایک روزہ سالانہ ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس'' کا اہتمام ہونے لگا اور دور دراز سے ساتھی جوش و جذبے کے ساتھ شریک ہونے لگے۔ ایک سال ایسا بھی ہوا کہ کانفرنس کی صدارت کے بعد حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ مسجد احرار سے روانہ ہونے لگے تو جلوس بھی روانگی کے لیے قطاریں بنا چکا تھا۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ جلوس شروع ہونے سے پہلے آپ دعا کرا دیں، حضرت نے دعا کروائی اور جلوس روانہ ہوا۔ دس بارہ سال قبل مارچ کی سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس اور قمری حساب سے ربیع الاوّل قریب تر ہو گئے تو مشاورت کے بعد مارچ والی کانفرنس کو ربیع الاوّل والے پروگرام میں ضم کر دیا گیا اور 11-12 ربیع الاوّل کو کانفرنس ہونے لگی۔ 12 ربیع الاوّل کو ظہر کے بعد ملک بھر سے آئے ہوئے فرزندانِ اسلام، مجاہدین ختمِ نبوت اور سرخ پوشانِ احرار جلوس نکالتے ہیں۔ کانفرنس اور جلوس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد گزشتہ سالوں میں توقع سے بھی بڑھ گئی ہے اور جگہ کم ہونے کے باعث انتظامات بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ جلوس خالص دعوتی و تبلیغی رنگ اختیار کر گیا ہے اور ''ایوان محمود'' کے سامنے زعماء احرار اور تحریک ختمِ نبوت کے رہنما قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ ہر سال دُہراتے ہیں۔

کانفرنس و جلوس میں چناب نگر اور چنیوٹ کے گرد و نواح سے جو کارکن دن رات کام کرتے ہیں اُن کے اعزاز میں خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر مولانا محمد مغیرہ کچھ دنوں کے فرق سے ایک ضیافت کا اہتمام تسلسل کے ساتھ کرتے چلے آ رہے ہیں، کئی سالوں سے مولانا محمد مغیرہ نے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ اِس موقع پر برادرم سید محمد کفیل بخاری اور راقم میں سے دونوں یا کم از کم ایک کا ہونا ضروری ہے کہ اس سے انتھک ساتھیوں کی تالیف قلب ہو گی چنانچہ 31 ؍جنوری 2014ء کو جماعت کے سینئر نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس اور راقم چناب نگر پہنچے اور نماز جمعۃ المبارک کے بعد علاقہ بھر کے کارکنوں کی نشست سے پروفیسر خالد شبیر احمد اور سید محمد کفیل بخاری نے تاریخ احرار اور تحریک احرار میں کارکنوں کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ احرار کا ماضی درخشندہ و تابندہ ہے اور بہت سے نشیب و فراز سے گزرنے کے بعد مجلس احرارِ اسلام کو نئے طور پر منظم کیا جا رہا ہے اور جماعت مستقبل میں تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے دنیا بھر میں کردار ادا کرے گی۔ راقم نے جو معروضات پیش کیں اُن کا خلاصہ یہ ہے!

''جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کام سے پناہ مانگی ہے جس کا آغاز تو اچھا ہو لیکن انجام اچھا نہ ہو''، الحمد للہ ہمارے کام کا آغاز اور تسلسل دونوں اچھے ہیں، اللہ کرے کہ انجام بھی اچھا ہو جائے اور ہم روز قیامت شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق ہو جائیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اللہ کے بعد اگر کسی سے میں نے اُمیدیں وابستہ کی ہیں تو وہ یہی کارکنان احرار ہیں۔''

☆　احرار کارکنوں کو عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے اِس علاقے میں زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے،

☆　اِمسال کانفرنس اور جلوس کے موقع پر جس جاں فشانی کے ساتھ کام کو منظّم کیا گیا بہت خوش آئند ہے اور آنے والے دنوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ مزید بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

کارکنوں کے ساتھ میٹنگ اور ضیافت میں شرکت سے قبل جماعت کے مرکزی رہنماؤں کا ایک اعلیٰ سطحی اجلاس پروفیسر خالد شبیر احمد کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ اور راقم نے شرکت کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ تحریکِ ختمِ نبوت مارچ 1953ء کے دوران لاہور سمیت ملک کے مختلف شہروں میں ریاستی جبر کا نشانہ بننے والے دس ہزار شہداءِ ختمِ نبوت کی یاد میں مارچ اور اپریل کے مہینوں میں ملک بھر میں ''شہداءِ ختمِ نبوّت کانفرنسوں'' کا انعقاد کیا جائے گا اور طے پایا کہ 2/مارچ کو لاہور، 7/مارچ کو چنیوٹ، 7/اپریل کو گوجرانوالہ، 27۔28 مارچ کو چناب نگر، 3/اپریل کو چیچہ وطنی، 24/اپریل کو ملتان میں بڑے پیمانے پر ''شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنسیں'' منعقد ہوں گی جن میں مختلف مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام شرکت و خطاب کریں گے، اجلاس میں احرار کی ماتحت شاخوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ مقامی و علاقائی سطح پر کانفرنسوں کا اہتمام کریں۔

اجلاس میں طالبان کے ساتھ مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے اور فریقین پر زور دیا گیا کہ وہ ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے لیے جنگ وجدل کی پالیسی ترک کردیں اور امریکہ سمیت اپنے حقیقی دشمنوں کو پہچانیں، اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ لاہور ہائی کورٹ میں کسی قادیانی جج کی ہرگز تعیناتی نہ کی جائے اور نبوت کے دعویدار اصغر کذاب کی عدالتی سزا کے عمل درآمد کے مسئلہ پر بیرونی دباؤ مسترد کردیا جائے۔ اجلاس میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد نہ ہونے کی صورتحال اور قادیانی ریشہ دوانیوں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کے طلباء کی فکری و دینی رہنمائی خصوصاً تحفظِ ختمِ نبوت کے حوالے سے تربیت کے لیے ملک بھر میں مختصر تربیتی کورسز کا اہتمام کیا جائے گا، نیز احرار کارکنوں کی جماعتی و تحریکی تربیت کے لیے علاقائی و مرکزی سطح پر تربیت گاہوں کا انتظام کیا جائے گا، شام کو فراغت کے بعد میں اپنے ساتھیوں رانا قمر الاسلام اور شاہد حمید کے ساتھ چیچہ وطنی کے لیے واپس روانہ ہوا۔

❁ ❁ ❁

مولانا زاہد الراشدی

سود سے متعلق قائداعظم کے فرمان پر کب عمل ہوگا؟

بانی پاکستان محمد علی جناح نے ۱۵؍جولائی ۱۹۴۸ء کو کراچی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر اپنے خطاب میں کہا تھا کہ:

''میں نہایت اشتیاق کے ساتھ آپ کی ریسرچ فاؤنڈیشن کے تحت موجودہ بینکنگ نظام کو اسلامی معاشی اور معاشرتی افکار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی سعی وکوشش کو دیکھنا چاہوں گا۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے کچھ نا قابل حل مسائل پیدا کیے ہیں اور بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ ہی اسے تباہی سے بچا سکتا ہے۔ یہ نظام انسانوں کے مابین معاشی عدل قائم کرنے اور عالمی سطح پر ہونے والی کشمکش کے تدارک میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس کے بر خلاف یہی نظام ماضی میں ہونے والی دو عالمی جنگوں کا سبب بنا ہے۔ دنیائے مغرب اپنی صنعتی ترقی اور مشینی ایجادات و اختراعات کے باوجود بدترین انتشار میں مبتلا ہے جو تاریخ میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد معاملہ ہے۔

مغربی معاشی نظریے اور عمل کو اختیار کرنا ہمیں اس آسودہ معاشرے تک پہنچانے کا باعث نہیں ہوسکتا جو ہماری منزل ہے۔ ہمیں اپنی تقدیر خود اپنے ظروف واحوال کے مطابق لکھنا ہوگی اور اسلام کے معاشرتی عدل اور انصاف پر مبنی ایک معاشی نظام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا جس کے ذریعے ہم بحیثیت مسلمان اپنا فرض ادا کرسکیں اور انسانیت کے سامنے پیغامِ امن پیش کرسکیں جو اس کی فلاح و بہبود، انبساط اور ترقی کا ضامن ہوگا۔''

مگر بانی پاکستان کی اس واضح ہدایت کے باوجود ملک کا معاشی نظام ابھی تک مغرب کے معاشی نظریات اور اصول وضوابط کے مطابق چل رہا ہے اور اس میں اصلاح کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی نہیں دکھائی دے رہی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم قومی معیشت میں سودی نظام اور مغرب کے معاشی اصولوں کے تمام تر تلخ نتائج، نحوستوں اور تباہ کاریوں کو دیکھتے بلکہ بھگتتے ہوئے بھی میر تقی میر کے اس شعر کا مصداق بنے ہوئے ہیں کہ:

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

جس معاشی نظام نے ہماری قومی معیشت کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے اور جو ہمارے ایمان وعقیدے سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ قومی مفادات کے بھی منافی ہے، بدستور ہم پر مسلط ہے اور رولنگ کلاس قوم کو اس دلدل سے نجات دلانے کے لیے کوئی راستہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔

پاکستان میں نافذ ہونے والے ہر دستور میں اس کا وعدہ کیا گیا کہ قوم کو سودی نظام سے جلد از جلد نجات دلائی جائے گی۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۳۸۰ کی ذیلی دفعہ F میں کہا گیا ہے کہ ’’حکومت جس قدر جلد ممکن ہو سکے ربا کو ختم کرے گی۔‘‘

قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے دستوری طور پر قائم ہونے والے ادارہ ’’اسلامی نظریاتی کونسل‘‘ نے ۳؍ دسمبر ۱۹۶۹ء کو قرار دیا تھا کہ ’’موجودہ بینکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان قرضوں اور کاروباری لین دین میں اصل رقم پر جو اضافہ یا بڑھوتری کی جاتی ہے وہ ربا کی تعریف میں آتی ہے، سیونگ سرٹیفیکیٹ میں جو اضافہ دیا جاتا ہے وہ بھی سود میں شامل ہے، پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی میں جو سود دیا جاتا ہے وہ بھی ربا میں شامل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیے گئے قرضوں پر اضافہ بھی سود ہی کی ایک قسم ہے لہٰذا یہ تمام صورتیں حرام اور ممنوع ہیں۔‘‘

اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کے بعد سودی نظام کے خاتمے اور متبادل معاشی نظام کے حوالے سے ایک جامع رپورٹ ۲۵؍ جون ۱۹۸۰ء کو حکومت کے سامنے پیش کی، جس میں کہا گیا تھا کہ ان تجاویز پر عمل کی صورت میں دو سال کے اندر پاکستان کی معیشت کو سود سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ۱۹۹۰ء میں اس سلسلے میں ایک واضح فیصلہ صادر کیا جس میں تمام مروّجہ سودی قوانین کا جائزہ لے کر وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ ۳۰؍ جون ۱۹۹۲ء تک ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق تبدیل کر لیں ورنہ یہ سب قوانین یکم جولائی ۱۹۹۲ء تک خود بخود کالعدم ہو جائیں گے۔

وفاقی شرعی عدالت کے اس تاریخی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت میں سات سال کی مسلسل تاخیر کے بعد ۱۹۹۹ء میں اس کے لیے بنچ تشکیل دیا گیا اور سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں کہا کہ حکومت جون ۲۰۰۱ء تک وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عمل مکمل کر کے ملک کو سود سے پاک کر دے۔ مگر یہ فیصلہ بھی اب اپیل در اپیل کے مراحل میں ہے اور حکومت نے اس پر عمل کرنے کی بجائے تاخیری حربوں کا سہارا لے رکھا ہے۔

اس پس منظر میں ’’ملی مجلس شرعی‘‘ کی تحریک پر گزشتہ دو تین ماہ کے دوران مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ رہنماؤں کے درمیان مرکز جماعۃ الدعوۃ، دفتر جماعت اسلامی، دفتر تنظیم اسلامی اور مسجد حضراء لاہور میں باہمی مشاورت کی متعدد نشستیں ہوئی ہیں جن میں یہ طے پایا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت میں زیرِ سماعت اپیل کے حوالے سے ’’ملی مجلس شرعی پاکستان‘‘ جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کے تعاون سے علمی وفکری جدوجہد جاری رکھے گی جب کہ ملک کے دینی حلقوں

میں اس مقصد کے لیے باہمی ربط وتعاون کے فروغ اور عوام میں بیداری وآگہی پیدا کرنے کی غرض سے ایک مستقل فورم ''تحریک انسداد سود پاکستان'' کے نام سے قائم کیا گیا ہے اور اس کی رابطہ کمیٹی کے کنوینئیر کی ذمہ داری راقم الحروف کو سونپی گئی ہے۔

رابطہ کمیٹی میں مولانا عبدالمالک خان، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا امیر حمزہ، علامہ خلیل الرحمٰن قادری، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر محمد امین، مولانا عبدالرؤف ملک، سردار محمد خان لغاری، قاری محمد یعقوب شیخ، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی، جناب حافظ عاکف سعید، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، میاں محمد اویس، مولانا حافظ محمد نعمان، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر اور سید جواد حسین نقوی کے علاوہ ممتاز دانش ور جناب اوریا مقبول جان بھی شامل ہیں۔ جبکہ جن حضرات نے خطوط اور زبانی پیغامات کے ذریعے تائید وحمایت کی ہے ان میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اویس نورانی، مولانا قاری زوار بہادر، ڈاکٹر زاہد اشرف، مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اس مہم کے آغاز کے طور پر ۲۱ر فروری کو ''یوم انسداد سود'' کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس موقع پر مختلف مکاتب فکر کے علماءِ کرام اور خطباء جمعۃ المبارک کے خطبات میں سودی نظام کی نحوست وحرمت کے ساتھ ساتھ مقتدر طبقات کے تاخیری حربوں کا ذکر کریں گے اور حکومت سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ملک کو سودی نظام کی لعنت سے نجات دلا کر بابرکت اسلامی معاشی نظام کے نفاذ کی راہ ہموار کرے۔

ملک بھر میں تمام مکاتب فکر اور طبقات کے علماء کرام، ارباب دانش، رہنماؤں اور کارکنوں سے گزارش ہے کہ اس کارِخیر میں ہمارے ساتھ شریک ہو کر ملکی نظام معیشت کو سود کی لعنت سے نجات دلانے میں کردار ادا کریں۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

منصور اصغر راجہ

''بت ہم کو کہیں کافر، اللہ کی مرضی ہے''

حضرت بابا اشفاق احمدؒ نے ایک بار ٹی وی پروگرام ''زاویہ'' میں فرمایا کہ پاکستان کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی مانند ہے۔ جب ان کی قوم اس پر مصر تھی کہ اگر آپ اور آپ کا رب سچا ہے تو پھر اپنے رب سے کہیں کہ وہ سامنے والے پہاڑ سے ایسی اونٹنی نکال کر دکھائے، جو باہر آتے ہی بچہ بھی دے۔ حضرت صالح علیہ السلام انہیں منع کرتے رہے، کہ ایسے معجزے کا تقاضا نہ کرو، لیکن قوم کا اصرار تھا کہ اگر آپ کا رب یہ معجزہ دکھا دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ گویا صورت حال کچھ یوں تھی کہ اللہ کے نبی اس معجزے کے حق میں نہ تھے، جبکہ قوم کا مؤقف اس کے برعکس تھا۔ یہ اختلاف اس وقت تک قائم رہا، جب تک اللہ کے امر سے وہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا نہ ہوگئی۔ لیکن جب معجزہ رونما ہو گیا تو پھر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب اس اونٹنی کی حفاظت تم سب پر لازم ہے۔ بالکل اسی طرح ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء سے قبل پاکستان کے قیام کے بارے میں رائے کا اختلاف موجود تھا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مدنیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے علماءِ کرام کی رائے تقسیم کے حق میں نہیں تھی اور اس کے لیے ان کے پاس دلائل موجود تھے۔ دوسری طرف بابائے قوم محمد علی جناح اور ان کے رفقا کے سامنے ہندو کے تعصب و تنگ نظری پر مبنی کئی تلخ تجربات تھے، جن کی بنیاد پر وہ اسلامیان ہند کے لیے ایک الگ آزاد و خود مختار ریاست کا قیام چاہتے تھے۔ یہ اختلاف تب تک قائم رہا، جب تک پاکستان معرض وجود میں نہیں آ گیا۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد یہی علماءِ کرام تھے، جو اپنے پیروکاروں کو اس نوزائیدہ مملکت کی خدمت اور حفاظت کی نصیحت کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت مدنیؒ تو پاکستان کو مسجد کی مانند قرار دیتے تھے کہ مسجد کی تعمیر کے موقع پر طرزِ تعمیر کے متعلق بنانے والوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن جب مسجد بن جائے تو پھر اس کی حفاظت سب مسلمانوں پر لازم ہے۔ اسی طرح مولانا آزادؒ کے کسی شناسا سول سرونٹ نے ان سے اپنے مستقبل کے حوالے سے مشورہ چاہا تو انہوں نے ان صاحب کو پاکستان جانے کا مشورہ دیا، کیونکہ ہندوستان کی نسبت اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کا نظام چلانے کے لیے افسران کی زیادہ ضرورت تھی۔

ہمیں یہ تمہید باندھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ گزشتہ کچھ عرصے سے بعض حلقوں نے یہ عادت سے بنالی ہے کہ وہ جب بھی طالبان کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان کی بات اس مصرعِ طرح کے بغیر مکمل نہیں ہو پاتی کہ ''ان کے بڑے بھی پاکستان کے خلاف تھے۔'' اگرچہ مؤرخ تو یہ بتاتا ہے کہ ان اکابر کے تذکرے کے بغیر تو برصغیر پاک و ہند کی آزادی کی تاریخ ہی نامکمل رہ جاتی ہے۔ آج طالبان کی آڑ میں جن علما پر زبانِ طعن دراز کی جاتی ہے، وہ اس وقت بھی گورے حاکم کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑے تھے، جب پنجاب بھر کے گدی نشین اور سجادہ نشین جلیانوالہ باغ میں قتل عام کرنے والے گورنر پنجاب سر مائیکل اوڈائر کی وطن واپسی کے موقع پر ان کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کر کے انہیں نم ناک آنکھوں کے ساتھ رخصت کررہے تھے۔ بالاکوٹ اور شاملی سے جزائر انڈیمان و مالٹا تک قربانیوں کی ایک طویل داستان ہے، جو ہمیں بتاتی ہے کہ آزادیٔ وطن کے لیے علماءِ کرام نے کہاں کہاں اپنا لہو بہایا تھا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔

لیکن جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ ہمارے ہاں بے چارے مولوی کو بات بے بات لعن طعن کرنا فیشن بن چکا ہے اور آج کل یہ کام طالبان کے نام پر کیا جاتا ہے۔ پہلے تو چند مذہبی بہروپئے اور کچھ تجزیہ کار ہی یہ راگ الاپ رہے تھے، لیکن اب تو چیئرمین پی پی بلاول زرداری نے بھی سندھ فیسٹیول کی اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے یہ ’’انکشاف‘‘ کیا ہے کہ طالبان کے بڑے بھی قائداعظم کو کافراعظم کہتے تھے۔ ایک ایسے موقع پر، جب کہ مذاکراتی عمل شدید خطرات سے دوچار ہے۔ دشمن مذاکرات کو ناکام بنانے کے لیے بڑی مکّاری سے اپنے مہرے استعمال کر رہا ہے ایک قومی سیاسی جماعت کے سربراہ کی ایسی اشتعال انگیز گفتگو کیا پاکستان کے دشمنوں کا کام مزید آسان نہیں بنا رہی؟ کیا یہ ’’آتش نوائی‘‘ نفرتیں کم کرنے کے بجائے آگ کو مزید بھڑکانے کا سبب نہیں بنے گی؟ یہ سوال بھی کئی ذہنوں میں کروٹ لے رہا ہے کہ بلاول کی زبان سے کس کے مطلب کی بات کہلوائی گئی؟ کہیں اس ’’شعلہ بیانی‘‘ کے اندران کے لیے کوئی پیغام تو پنہاں نہیں، جو سات سمندر پار بیٹھ کر ہماری ڈوریاں ہلاتے رہتے ہیں؟ بعض سیانے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا پتہ بھی لگانا چاہیے کہ آج کل بلاول زرداری کے لیے تقریر کون لکھ رہا ہے؟ دلچسپ امر یہ ہے کہ علما کو پاکستان کی مخالفت کا طعنہ دینے والے بلاول جس طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں، قیام پاکستان سے پہلے اس کا نام انگریز کے خدمت گاروں کی فہرست میں سب سے اوپر ہوتا تھا۔ معروف بیوروکریٹ اور دانشور مرحوم الطاف گوہر نے اپنے مجموعہ مضامین ’’لکھتے رہے جنوں کی حکایت‘‘ میں مغربی پاکستان کے گورنر نواب آف کالاباغ سے اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ایک مرتبہ نواب صاحب نے مسلم لیگ سے پنجاب کے بڑے بڑے زمینداروں کا تعلق بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:

’’ہم لوگ چندہ تو مسلم لیگ کو ادا کرتے تھے، مگر ہماری اصل سیاست اپنے کمشنر کی سیاست تھی۔ ایمرسن صاحب جو کہہ دیتے، ہم وہی کرتے تھے۔ یہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر کا گھر گورنمنٹ ہاؤس کے قریب ہی ہوتا تھا۔ یکم جنوری کی صبح کو ہم لوگ وہاں اکٹھے ہوجاتے تھے۔ بڑے بڑے طرے لگا کر، نیلے گنبد والے کپورتھلہ ہاؤس کی بنی ہوئی شیروانیاں پہنتے، ہر ایک زمیندار جس میں ٹوانے، نون، دولتانے اور ممدوٹ سب شامل ہوتے، اپنے ساتھ نذر کی ڈالیاں لاتے۔ ہم سب خاموشی سے شامیانے کے نیچے کھڑے ہوجاتے۔ بات کیا کھسر پھسر بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ سب اس انتظار میں کہ ابھی

ڈپٹی کمشنر بہادر نمودار ہوں گے تو با جماعت کورنش بجالائیں گے۔ صاحب بہادر نشے میں مدہوش پڑے ہوتے، نئے سال کی آمد کی خوشی میں انہوں نے جام پر جام لنڈھائے ہوتے۔ کوئی گیارہ بجے کے قریب ایک باوردی چوب دار چق اٹھا کر باہر آتا اور اعلان کرتا: ''صاحب بولا سلام ہوگیا۔'' اب ہم بڑے جوش وخروش سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے اور مبارک سلامت کا غلغلہ مچ جاتا۔ کمشنر بہادر تک ہم زمینداروں کی رسائی مشکل سے ہوتی تھی۔ ۱۹۴۶ء کے آخر میں ہمارے علاقے کے کمشنر نے ہمیں بلایا اور یہ خبر سنائی کہ انگریز نے ہندوستان چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ بس اس کے بعد ہم لوگ مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور پھر ہم نے پاکستان کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔''

یہ صرف پنجاب کے زمینداروں کا احوال نہیں، بلکہ سندھ کے وڈیروں، خیبر پختون کے خوانین اور بلوچستان کے سرداروں کی اکثریت کا تعلق بھی اسی قبیل سے تھا۔ یہی تو وہ لوگ تھے، جنہیں بابائے قوم نے کھوٹے سکے قرار دیا تھا اور قیام پاکستان کے بعد جن کی حرکتیں دیکھ کر مرحوم محسن بھوپالی چیخ اُٹھے تھے کہ ''منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔'' اس طبقے کے نمائندہ بلاول، علما کو پاکستان کی مخالفت کا طعنہ دیتے چنداں اچھے نہیں لگتے۔ آپ طالبان کو برا بھلا ضرور کہیں، انہیں سو بار قابل گردن زدنی قرار دیں۔ ان کی ''شریعت'' کا لاکھ بار انکار کریں، لیکن خدارا ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کریں کہ سندھ فیسٹیول کے نام پر تماشا گاکر شہنشاہان روم کی تاریخ کو جس طرح دہرایا گیا، اس پر قوم کے دل پہلے ہی بہت زخمی ہیں۔ اس نازک وقت میں جبکہ پاکستان کی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ دن رات ہماری بربادیوں کے منصوبے بن رہے ہیں۔ ہر محبِّ وطن پاکستانی یہ سوچ کر دامن پھیلائے ہوئے ہے کہ:

خدا سے خیر مانگو آشیاں کی
نظر بدلی ہوئی ہے آسماں کی

ایسے میں اس طرح کی اشتعال انگیز تقریریں قطعاً ملک وقوم کے مفاد میں نہیں ہیں۔ ارباب سیاست کو سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے، سیانے کہتے ہیں کہ تلوار کے زخم کی نسبت زبان کا گھاؤ زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ چلتے چلتے اگر جان کی امان پائیں تو ہم بلاول زرداری سے یہ سوال ضرور پوچھنا چاہیں گے کہ وہ اپنے لندن والے انکل کی ''شریعت'' کو نہ ماننے کا اعلان کب کررہے ہیں؟ کیا اب یہ بھی ہم ہی بتائیں کہ انکل کے لندن والے ان کی ''شریعت'' کے مطابق ہر وہ فعل جائز ہے جس سے انسانیت تھرّا اُٹھے؟

(مطبوعہ: روزنامہ ''اُمّت'' کراچی/حیدرآباد، ۲۱/فروری ۲۰۱۴ء)

امامِ اہلِ سنت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا علی......زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

شہر بانو اور یزدگرد

ایک مختصر تاریخی اور تحقیقی تجزیہ

۱۔　امام ثانی برحق وخلیفۂ راشد، مرادو صہرِ رسول، دامادِ علی، سیدنا عمر فاروق اعظم سلام اللہ ورضوانہ علیہ نے ایرانی قیدیوں کو (بالعموم) لونڈی غلام نہیں بنایا اور نہ کسی سے سخت برتاؤ کیا۔ ''اَھواز'' کے باشندوں نے بغاوت کی تو لحنِ داؤدی کے مالک مشہور مؤذّن وصحابیِ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بحکمِ خلیفۂ برحق اس کا قلع قمع کر کے ہزاروں قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انھوں نے حکم لکھ بھیجا کہ سب کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ چھوڑ دیے گئے۔ (الفاروق، للشبلی ص:۱۲۹، جلد:۱)

۲۔　ایران کا پایۂ تخت ''مدائن'' جب فتح ہوا تو وہاں کا ایک متنفس بھی قیدی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ اُن لوگوں نے اسلامی ''جزیہ'' دے کر ''ذمّی'' بن کر رہنا قبول کر لیا اور وہ بدستور اپنے گھروں اور املاک وجائیداد پر قابض ومتصرف رہے۔

(الطبری، ص:۱۱۳، جلد:۴) (محاضرات تاریخ الامم الاسلامی، الشیخ خُضری بِک مصری مرحوم، ص:۲۸، جلد:۲)

۳۔　جَلُولآء کی فتح پر البتہ مالِ غنیمت کے علاوہ غلام اور لونڈیاں مجاہدین کے ہاتھ آ گئے۔ اُن میں ایران کے اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں بھی تھیں۔ جن سے بعد میں مسلمانوں کی اولاد بھی ہوئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ''السَّبــــا یـــــا الجُلولیات'' کی اولاد کی فتنہ پردازیوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

۴۔　امام رابع برحق وخلیفۂ راشد، عم زاد ودامادِ ثالث رسول، زوجِ فاطمۃُ البتول، صہرِ عمر، سیدنا علی سلام اللہ ورضوانہ علیہ کے دورِ خلافت میں کابل یا نیشا پور سے کسریٰ پرویز کے خاندان کی کوئی خاتون بنتِ بامان گرفتار ہو کر آئی تھی۔ آپ نے اپنے بڑے فرزند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے لیے اُس کو فرمایا تو اس نے انکار کر دیا اور ایران کے ایک زمیندار کی زوجیت قبول کر لی تھی۔ (الاخبار الطّوال، ص:۱۶۴)

۵۔　امامِ ثالث برحق وخلیفۂ راشد، ہمشیر زاد ودامادِ ثانی رسول، زوجِ رقیہ واُمّ کلثوم ذوالنورین سیدنا عثمان غنی سلام اللہ ورضوانہ علیہ نے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ''ھُـرمُزان'' جو بظاہر مسلمان تھا لیکن عبیداللہ کے ہاتھ سے ''سازشِ قتلِ فاروق'' کے گمان میں مقتول ہو گیا تھا۔ اُن کو ھُـرمُزان کے مسلمان لڑکے اور ''وَلیّ الدّم'' ''قُبا ذَان'' کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اپنے باپ کا بدلہ لے لے۔ لیکن چونکہ وہ آثار وقرائن کے تحت صحیح مسلمان تھا اور اپنے باپ کے متعلق سازشِ قتلِ فاروق میں

''شرکت'' پر یقین رکھتا تھا اس لیے اُس نے اُلٹے اپنے باپ کے قتل کو صحیح سمجھ کر عبیداللہ بن عمر کو فتــر کــہ للّٰــہ (محض اللہ کے لیے معاف کر کے چھوڑ دیا تھا) طبری نے اس واقعہ کی روایت کو جداگانہ عنوان قائم کر کے تحریر کیا ہے۔ (طبری، ص: ۴۳، ۴۴، جلد: ۵) لیکن اعداءِ عثمان نے حضرت کے اس انصاف و دیانت کی صحیح روایت کو بغض میں دانستہ چھوڑ کر اپنے مال سے دیت ادا کر کے عبیداللہ کو ازخود رہا کر دینے والی ''بلاسند'' روایت کو مشہور و مقبول بنایا تا کہ اُن کو معاذ اللہ ظالم اور خلافِ شریعت کا عامل ثابت کیا جاسکے۔ ''طٰہٰ حسین'' مصری ملحد نے بھی بغضِ عثمان میں یہ خرافاتی روایت قبول کر لی، جو غلط ہے۔

۶۔ ''یزدگرد ابن شہر یار'' ساسانی نسل کا آخری بادشاہ تھا، وہ ۱۳ھ میں تخت نشین ہوا تو اس وقت اس کی عمر سولا برس کی تھی۔ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ غُلَامُ ابْنِ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً۔ (الاخبار الطّوال، ص: ۱۲۵) (اور وہ اس وقت سولا برس کا (نوخیز) لڑکا تھا۔) ایڈورڈ گبن نے اُس کی عمر پندرا سال بتائی ہے لیکن اس کی اور بعض دوسرے مؤرخین کی بتائی ہوئی سولا برس سے زائد کی جو عمر بتائی گئی ہے وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ''شیرَوَیہ ابن پرویز'' نے اپنے (حقیقی اور سوتیلے وغیرہم کو ملا کر) پندرا بھائیوں کو (تخت و تاج و ملک کے لیے) قتل کر ڈالا تھا۔ پھر جوابی کارروائی میں وہ خود بھی قتل ہوا اور اس کا بیٹا ''اُردِیشیر ابن شِیرَوَیہ'' بھی مارا گیا، اُس کے بعد درباریوں نے اپنے مشورہ اور زور پر ایک اور نوجوان ''جواں شیر'' کو تخت پر بٹھایا۔ مگر وہ ایک سال کے اندر اندر مر گیا۔ اُس کے بعد اب ساسانی نسل میں سے بادوریا کی ایک نائن کے پیٹ سے پیدا شدہ اور بہت صغیرالسّن لڑکے یزدگرد ابن شہر یار کے سوا اب اور کوئی شہزادہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس لیے ''پُوران دُخت'' شہزادی کو اس شرط سے تخت نشین کیا گیا کہ وہ صرف یزدگرد کے سنِ شعور کو پہنچنے تک حکمران رہے گی اور جب وہ جوان ہو جائے گا تو پھر اپنے تخت و تاج کا مالک ہوگا۔ چنانچہ جب وہ سولا سال کا ہو گیا تو حسبِ تجویز و قرارداد اور معاہدہ و شرط کے مطابق۔ جبکہ ''خلافتِ فاروقیہ'' کا آغاز ہی تھا اور پُوران دُخت کا خاتمہ ہو گیا۔ تو پھر یزدگرد تخت نشین ہو گیا۔

۷۔ یزدگرد کی تخت نشینی کے صرف دو ہی سال بعد جب اُس کی عمر اٹھارا برس تھی۔ قادسیہ کی مشہور انقلابی جنگ کے نتیجہ میں ایران کا پایۂ تخت مدائن فاتحِ ایران رکنِ عشرۂ مبشرہ، خالِ رسول (نبی علیہ السلام کے ماموں) سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ تو یزدگرد فوجِ صحابہ و تابعین کی چڑھائی اور مسلسل فتوح کا حال سن کر اپنا پایۂ تخت چھوڑ کر فرار ہوا اور مع اہل و عیال و متعلقین خاندان ''حُلوان'' جا پہنچا۔

وَمَضٰى اِلٰى حُلوانَ مَعَهُ وُجوهُ اَسَاوِرَتِهٖ وَ حَمَلَ مَعَهُ بَيْتَ مَالِهٖ وَ خِفَّ مَتَاعِهٖ وَ خَزَائِنَهُ وَالنِّسَاءَ وَالذَّرَارِىَ۔	وہ (یزدگرد) حلوان کی طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ سربرآوردہ اسادرہ بھی تھے اور اپنے ساتھ اپنا بیت المال، ہلکا سامان اور خاندان کی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے گیا۔

(فتوح البلدان للبلاذری، ص ۲۷۱)

علامّہ ابوحنیفہ دینوری رحمہ اللہ تائیداً لکھتے ہیں کہ:

ثُمَّ تَحَمَّلَ فِیْ حَرَمِهٖ وَ حَشَمِهٖ وَ خاصَّةِ اَهْلِ بَیْتِهٖ حتّٰی اَتَوْا حُلْوَانَ فَنزَلَهَا. پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں اور خادموں اور اپنے خاص اہل خاندان کو لے کر (مدائن سے) کوچ کر گیا اور یہ سب لوگ حلوان آپہنچے اور یزدگرد وہاں ٹھہر گیا۔

(الاخبار الطوال، ص: ۱۳۳)

پھر جب اسلامی لشکر نے حُلْوَان کا رخ کرلیا تو اپنے اہل وعیال اور اہلِ خاندان کو لے کر قم اور قاشان کی طرف بھاگتا پھرا۔

فَتَحَمَّلَ بِحَرَمِهٖ وَ حَشَمِهٖ وَ مَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اَمْوَلِهٖ وَ خَزَائِنِهٖ حتّٰی نَزَلَ قُمَّ و قَاشَانَ. پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں اور نوکروں اور اپنے ساتھیوں اور اُن اموال اور خزانوں سمیت جو اس کے ہمراہ تھے ساتھ لیتا گیا اور قم وقاشان میں جا ٹھہرا۔

(الاخبار الطوال، ص: ۱۳۶)

الغرض اسی طرح اسلامی لشکر کے خوف سے ایک مقام سے دوسری جگہ تک اپنے اہل وعیال، بیویوں، بچوں، نوکروں، ساتھیوں اور اموال ودولت لے کر بھاگتا رہا اور در بدر مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر ۲۹ھ میں خراسان جا پہنچا اور پھر وہاں سے مَرْو میں جا پہنچا اور ۳۰ھ میں خلافتِ عثمانیہ کے تیسرے حصہ کے اندر اس کا ایک حادثہ میں ایک پنہارے کے ہاتھ سے خاتمہ ہوگیا۔

۸۔　ان تصریحات سے بالکل یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ یزدگرد اور اس کے خاندان پر اسلامی لشکر آخر وقت تک قابو نہیں پا سکا۔ چنانچہ شبلی نے الفاروق، ص: ۱۷۲، جلد: ۲ میں شہر بانوں سمیت اس کی فرضی تین بیٹیوں کے مدائن سے قید ہوکر آنے اور مدینہ میں حضرت عمر کی طرف سے بازار میں عام لونڈیوں کی طرح اُن کے بیچے جانے والی روایت کی تغلیط کردی ہے اور لکھا ہے کہ وہ حُلْوَان سے اصفہان وہاں سے کرمان اور پھر مَرْو پہنچ کر عہدِ عثمانی کے اندر ۳۰ھ میں مارا گیا۔ اگر اُس کی کوئی اولاد قید ہوکر غلام اور باندی بنی بھی ہو تو دورِ عثمانی میں تو ہوسکتی ہے۔ عہدِ فاروقی میں نہیں۔ لہٰذا ربیع الابرار میں زمخشری کا یہ روایت نقل کرنا محض سنی سنائی کو لکھنا اور خلافِ تحقیق ہے۔ کیونکہ یعقوبی، طبری، ابن الاثیر جزری، بلاذری، اور ابن قتیبہ جیسے شناسائے حال مؤرخین میں سے کسی نے بھی یہ روایت نہیں لکھی۔

۹۔　یزدگرد نے اپنی مختصر زندگی اور عہدِ حکومت کے اندر بعض بادشاہانِ وقت کے پاس اپنے سفیر بھیجے تو اسی سلسلہ میں شاہ چین سے بھی مدد طلب کی مگر ناکام رہا۔ ۳۰ھ میں اُس کے قتل کے بعد اُس کا نوخیز لڑکا فیروز سوم کے لقب سے اُس کا جانشین تخت نشین ہوا تو شاہِ چین نے بھی رسماً اور رعایۃً اس کو شاہِ ایران کی حیثیت سے تسلیم کرلیا مگر فوجی امداد نہیں دی۔ البتہ تخارستان کے حاکم نے کچھ امداد کی۔ ۵۵ھ کے اندر امیر یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ ولی عہدی میں فیروز شاہِ

چین کے پاس گیا تو شاہ نے اس کی خاطر تواضع کی اور ایرانی طرز کا آتشکدہ والا معبد بنانے کی بھی اس کو اجازت دے دی۔ چینی عوام اپنے محاورہ میں فیروز کو پیلوسہ PI-LU-SSEH کہتے تھے۔ جب فیروز شاہ بھی مر گیا تو اس کا بیٹا نرسی جس کو چینی ''نی نیئسی (NI-NIE-SHEH) کہتے تھے۔ وہ جانشین ہوا اور پھر تخارستان چلا گیا اور سجستان (سیوستان) کے سرحدی مقام زَرَنج کو اس نے اپنا مستقر (ہیڈ کوارٹر) بنالیا۔ مگر بالآخر مسلمانوں کے حملہ اور تعاقب کی تاب نہ لا کر یہ بھی ۸۰ھ میں چین واپس چلا گیا اور پھر بیمار ہو کر مر گیا۔ ۱۰۰ھ میں جو خلفاءِ بنی اُمیّہ کا عہد ہے، یزدگرد کی اولاد کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے بعد کچھ پتا نہیں چلتا کہ اُس کی نسل کا کیا انجام ہوا، البتہ امیر قُتیبہ بن مسلم نے جب اُموی عہد کے اندر ان ایرانی اطراف میں چڑھائی کی تو پھر اس خاندان کی دو لڑکیاں گرفتار ہو کر آئیں جن کے متعلق مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ یزدگرد کے بیٹے فیروز کی بیٹیاں تھیں۔ اُن میں سے ایک لڑکی شاہ آفرید بنتِ فیروز ثالث ابن یزدگرد۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حرم میں داخل ہوئی جس کے بطن سے جناب مروان رضی اللہ عنہ کا پڑپوتا یزید بن ولید پیدا ہوا۔ چنانچہ شہزادہ یزید بن ولید بطور محاورہ ضرب المثل ایک شعر کہا کرتا تھا کہ:

اَنَا ابْنُ کسریٰ وَ اَبِی مَرْوَانُ وَ قَیْصَرُ جَدِّیْ وَ جَدِّیْ خَاقَانُ

ترجمہ: میں کسریٰ کا بیٹا ہوں اور مراون میرے جد ہیں۔ قیصر بھی میرا جد (نانا) اور خاقان میرا (پرنانا) ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ شاہ آفرید بنتِ فیروز بن یزدگرد کی ماں قیصرِ روم کی بیٹی اور اُس کی ماں خاقانِ چین کی بیٹی تھی۔ دوسری لڑکی ایک غیر معلوم الاسم مسلمان مجاہد کو بطور باندی کے دے دی گئی۔ یہ تو ہوا، لیکن یزدگرد کی اپنی کوئی بیٹی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی اور محمد بن ابی بکر کو ہرگز نہیں بانٹی گئی۔ یہ غلط روایت زمخشری نے چلائی ہے۔ ورنہ اس سے دواڑھائی صدی پہلے کے مؤرخین لکھتے ہیں کہ جناب زین العابدین کی والدہ سِندیّہ خاتون تھیں۔ چنانچہ علامہ ابن قُتیبہ متوفّٰی ۲۷۲ھ لکھتے ہیں:

وَ یُقَالُ اِنَّ اُمَّہٗ سِنْدِیَّۃٌ یُقَالُ لَھَا سُلَافَۃُ وَ یُقَالُ غَزَالَۃُ خَلَفَ عَلَیْھَا بَعْدَ الْحُسَیْنِ زُبَیْدُ مَوْلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیّ فَوَلَدَتْ لَہٗ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ زُبَیْدٍ فَھُوَ اَخوُ عَلِیِّ بْنَ الْحُسَیْنِ لِاُمِّہٖ وَ رَوٰی عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: زَوَّجَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اُمَّہٗ مِنْ مَوْلَاہُ وَاَعْتَقَ جَارِیَۃً لَّہٗ وَ تَزَوَّجَھَا فَکَتَبَ اِلَیْہِ یُعَیِّرُوْہُ بِذَالِک فَکَتَبَ اِلَیْہِ عَلِیٌّ قَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ قَدِ اعْتَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ صَفِیَّۃَ بِنْتَ حُیَیّ وَ تَزَوَّجَھَا وَ اَعْتَقَ زَیْدَبْنَ حَارِثَۃَ وَ زَوَّجَہٗ اِبْنَۃَ عَمَّتِہٖ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ.

ترجمہ: کہتے ہیں کہ اُن (زین العابدین) کی والدہ سندھی عورت تھیں، جن کو سُلافہ یا غزالہ کہا جاتا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت کے آزاد کردہ غلام زبید اُن کے شوہر ہوئے تو زبید سے سلافہ یا غزالہ نے عبیداللہ بن زبید نامی لڑکا جنا سو وہ علی بن حسین کے اخیافی (باپ سے سوتیلے ماں شریک) بھائی ہوئے۔ اور علی بن محمد عثمان سے روایت کرتے

ہیں کہ عثمان نے کہا کہ: ''علی بن حسین نے اپنی ماں کو اپنے غلام سے بیاہ دیا اور اپنی ایک باندی کو آزاد کر کے اس سے خود نکاح کرلیا تو اس پر عبدالملک اُموی نے زین العابدین کو عار اور شرم دلاتے ہوئے خط لکھا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ تمہارے لیے بہترین مثال اور نمونۂ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے (فتح خیبر کے بعد وہاں کے سردار کی قید ہوکر اور باندی بن کر ملنے والی بیٹی) سیدہ صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کرلیا اور زید بن حارثہ کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی کی لڑکی زینب بنت جحش کو زید سے بیاہ دیا تھا۔ (اَلْمَعَارِفُ لِابْنِ قُتَیْبَہ، ص:۹۴)

علامہ طبری متوفّٰی ۳۱۰ھ نے بھی یہی واقعہ دو جگہ نقل کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر میں سے علی الاصغر زین العابدین کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

۱۔ اُمُّ الْاَصغرِ اُمُّ وَلَدٍ قَالَ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ کَانَتْ تُدْعٰی سُلَافَةُ وَ یُقَالُ اِنَّ اِسْمَهَا جَیْدَآءُ.

علی اصغر (علی زین العابدین) کی والدہ ایک باندی تھی۔ علی بن محمد نے کہا ہے کہ اس کو سُلافہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام جیداء ہے۔

(طبری، ص:۱۹، جلد:۱۳)

۲۔ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ وَ اُمُّهٗ غَزَالَةُ اُمُّ وَلَدٍ خَلَفَ عَلَیْهَا بَعْدَ الْحُسَیْنِ زُبَیْدُ مَوْلَی الْحُسَیْنِ فَوَلَدَتْ لَهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زُبَیْدٍ وَ هُوَ اَخُوْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ.

علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ان کی والدہ غزالہ باندی تھیں۔ حضرت حسین کے بعد حسین کے آزاد کردہ غلام زبید ان کا شوہر ہوا تو (سُلافہ یا) غزالہ نے زبید سے عبداللہ بن زبید کو جنا اور وہ عبداللہ علی بن الحسین (زین العابدین) کے (اخیافی) باپ سے سوتیلے اور ماں سے شریک بھائی ہیں۔ (طبری، ص:۸۸، جلد:۱۳)

۱۰۔ مشہور شیعہ مصنف ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب المناقب کے اندر یہ افواہ جیسی گھڑنت روایت لکھ دی ہے کہ علی بن الحسین کی والدہ شاہِ ایران کی لڑکی تھیں۔ پھر اُن کے عقدِ ثانی کو چھپانے کے لیے کبھی تو یہ کہا کہ وہ کربلا میں موجود ہی نہیں تھیں۔ وہ اپنے فرزند (زین العابدین) کی ولادت کے بعد ہی فوت ہوگئی تھیں۔ اور کبھی یہ بے پر کی اُڑائی ہے کہ:

اِنَّهَا اَلْقَتْ نَفْسَهَا فِی الْفُرَاتِ. شہربانو نے دریائے فُرات میں چھلانگ لگا کر موت قبول کر لی تھی۔

ان تمام خرافات اور سراسر گھڑنت اور جھوٹے قصہ کہانی کی مشہور شیعہ کتاب ''مجاہد اعظم'' کے مصنف نے ان الفاظ میں تردید کی ہے کہ:

''انہی غلط، موضوع اور بے بنیاد روایات میں یہ قصہ بھی نہایت مشہور ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد جب آپ کا گھوڑا چشمہ پر آیا تو جنابِ شہر بانو سوار ہو کر رَے (موجودہ تہران) کی طرف چلی گئیں۔

راستے میں اُن کا بھائی ''شہر یار'' جو کمک کے واسطے لشکر لیے ہوئے آ رہا تھا، بہن سے ملا اور اس وجہ سے کہ واقعاتِ شہادت ہو چکے تھے، بہن کو ساتھ لے کر چلا گیا۔'' (مجاہدِ اعظم، ص:۲۷۳)

۱۱۔ آخر میں مشہور شیعہ مؤرخ و نسّاب جو نسباً حسنی اور مَولدًا کرمانی ہے یعنی ''احمد ابن علی حسنی'' مؤلف ''عمدۃ الطالب'' نے مجبور ہو کر لکھ دیا ہے کہ:

وَ قَدْ مَنَعَ اَکْثَرَ مِنَ النَّسَابِیْنَ وَالْمؤَرِّخِیْنَ وَ قَالُوْا اِنَّ بِـنْتِیُ یَـزد جـرد کَـانَتَا مَـعَهُ حِیْنَ ذَهَبَ اِلٰی خُرَاسَانَ وَ قِیْلَ اِنَّ اُمَّ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ مِنْ غَیْرِ وَلَدِهٖ وَقَدْ اَغْنَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ بِمَا حَصَلَ لَهٗ مِنْ وِّلَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وِلَادَةِ یَزْدَجَرْدُ اِبْنِ شهر یار المَجُوسیّ الْـمَوْلُوْدِ مِنْ غَیْرِ عَقْدٍ عَلٰی مَا جَاءَ تْ بِهٖ التَّوَارِیْخُ وَالْعَرَبُ لَا تَعُدُّ لِلْعَجَمِ فَضِیْلَةً وَ اِنْ کَانُوا مُلوکاً.

اکثر نسابین و مؤرخین نے (اس واقعہ اور روایت سے انکار کیا ہے۔ کہ (والدہ زین العابدین بنتِ یزدگرد تھیں) اور وہ کہتے ہیں کہ یزدگرد جب خراسان کی طرف گیا تو اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ زین العابدین کی والدہ اُس کی اولاد سے نہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے علی بن حسین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونے کی فضیلت کے باعث یزدگرد بن شہر یار مجوسی جو بے نکاحی عورت سے پیدا ہوا تھا اس کی اولاد میں سے ہونے کی نسبت سے مستغنی کر دیا تھا، جیسا کہ (اکثر) کتبِ تاریخ میں مذکور ہے اور پھر عرب اہلِ عجم کی کسی فضیلت کو چاہے وہ بادشاہوں کی اولاد ہی کیوں نہ ہوں کسی شمار میں نہیں لاتے تھے۔

(عمدة الطالبِ فی انسابِ آل ابی طالبٍ۔
ص:۱۹۳، مطبعہ حیدریہ، نجف، عراق۔۱۳۸۱ھ۔۱۹۶۱ء)

(مطبوعہ: پندرہ روزہ ''الاحرار'' لاہور، شمار:۱۹، ۲۰، جلد:۱۳، جنوری ۱۹۸۴)

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شانِ دیانت

جمعہ کا دن تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، خطبے کے دوران ارشاد فرمایا کہ:
''صدقے کے بہت سے اونٹ آئے ہیں کل میں انہیں تقسیم کروں گا، لیکن آپ لوگوں سے خواہش ہے کہ آپ میں سے کوئی اس موقع پر نہ آئے۔'' مقصد یہ تھا کہ جو فیصلے اس موقع پر ہوں کوئی ان پر اثر انداز نہ ہو۔

ایک خاتون نے یہ سُن لیا کہ صدقے کے اونٹ بٹ رہے ہیں تو اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ نکیل لو اور موقع پر پہنچ جاؤ۔ کوشش کرنا کہ ایک اونٹ ہمیں بھی مل جائے۔ وہ اللہ کا نیک بندہ موقع پر پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حساب کرتے اور فہرست بناتے پھر رہے تھے۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے گھومنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شخص کے وہاں پہنچ جانے سے بڑی الجھن ہوئی۔ انہوں نے اسے چلے جانے کے لیے کہا اور کئی بار کہا لیکن وہ ڈھیٹ بنا رہا۔ ناچار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی نکیل چھین لی اور اسے وہاں سے نکال دیا اس طرح کہ نکیل کی ایک آدھ ضرب بھی اس پر پڑ گئی۔ تھوڑی دیر میں جب اونٹوں کا بٹوارہ ختم ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شخص کو ڈھونڈنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ وہ شخص ملا تو کنز العمال میں لکھا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے وہ نکیل واپس کی اور اس سے کہا کہ:

''مجھے یوں تمہیں نکیل سے نہ مارنا چاہیے تھا لیکن بہر حال مجھے اس وقت یہی ایک صورت معلوم ہوئی کہ تم سے پیچھا چھڑاؤں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم مجھ سے میری اس زیادتی کا بدلہ لے لو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر درمیان میں پڑ کر کہا:

''یہ تو کسی طرح مناسب نہیں کہ یہ شخص آپ کو مارے۔ اوّل تو آپ کی کوئی زیادتی نہیں، زیادتی اسی کی تھی پھر یہ بہت معیوب بات بھی ہوگی۔ آپ بہر حال ہم سب سے بڑے ہیں، ہمارے امیر ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''وہ سب کچھ صحیح لیکن مجھے اس شخص پر یوں زیادتی کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اقتدار کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ میں اپنا مزاج نازک بنالوں اور لوگوں سے اس طرح سلوک کروں!...... پھل دار درخت پر تو پتھر آتے ہی رہتے ہیں۔ عوام حاکموں ہی کی طرف رجوع ہوں گے اس لیے انہیں ہمیشہ پرسکون رہنا چاہیے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اللہ سے ڈرنے والے، اپنی ذمہ داری کے احساس سے بہت متاثر تھے اور سمجھتے تھے

کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مظلوم کو بدلہ لینے کا موقع دیں۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے بات کی وہ اُلٹا اپنے قصور پر نادم تھا۔ خیر طے پایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شخص کو راضی کر لیں۔

اس شخص کو صدقے کی تقسیم میں کوئی اونٹ نہ ملا تھا۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم کو بلایا اور چپکے سے اسے کچھ حکم دیا۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر میں لوٹا تو اس کے ساتھ سواری کی ایک اونٹنی اس کا کجاوہ ایک دھاری دار کمبل اور پانچ دینار تھے۔ یہ ساری چیزیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنی ملکیت تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو راضی کرنے کی بہترین صورت یہ سمجھی کہ ہرجانے کے طور پر یہ سب چیزیں اس شخص کو دیں۔ اس کا کوئی حق ہی نہ بنتا تھا مگر احساسِ انصاف تھا، دیانتِ فکر تھی، خدا کا خوف تھا جس نے خلیفۂ بلا فصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ بدلہ چکا دیں۔

وہ شخص ساری چیزیں لے کر خوشی خوشی وہاں سے چلا گیا اور راستہ بھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتا رہا۔

اپنے طرزِ عمل کا جو معیار ہمارے بزرگوں نے قائم کیا اگر آج وہ مسلم سربراہوں کے سامنے رہے تو ہمارا معاشرہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے! (''تجلی'': ۷۵تا۷۷)

❁ ❁ ❁

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے صحت، پاکدامنی، امانت، حسنِ خلق، اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔

(الدعاء للطبرانی، جلد۱، صفحہ ۴۳۶، مجمع الزوائد، جلد۱۰، صفحہ۱۷۳، کنز العمال، جلد۲، صفحہ۳۱۰)

☆ حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے سنا:

اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُورِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْآخِرَۃِ.

ترجمہ: اے اللہ میرے تمام امور کے انجام کو بہتر بنا اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔

(مجمع الزوائد، جلد۱۰، صفحہ۱۷۸، الدعاء، جلد۱، صفحہ۴۴۸)

مولانا حکیم محمود احمد ظفر

خاندانِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاندانِ بنو ہاشم کی چند رشتہ داریوں کا تذکرہ گزشتہ شماروں میں اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ تینوں حضرات اپنی اس ترتیب کے ساتھ اُمّت میں افضل مانے اور جانے جاتے ہیں۔ لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیعہ حضرات کے خیالات و جذبات بعض خاص وجوہ کی بنا پر اچھے نہیں۔ چنانچہ اپنی کتابوں میں جہاں کہیں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا اُن کے خاندان کا تذکرہ کیا گیا ہے تو ایسے نازیبا الفاظ اُن کے بارے میں لکھے گئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے قلم کا سینہ شق اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔ لیکن تاریخ کے اوراق کی اگر ورق گردانی کی جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور کے خاندان کے ساتھ بھی خاندانِ بنو ہاشم کی بڑی قریبی رشتہ داریاں تھیں۔ اور خاندانِ بنو ہاشم نے ان کو کبھی اپنا دشمن نہیں سمجھا تھا۔ وگرنہ وہ ان سے کبھی بھی یہ رشتہ داریاں نہ کرتے۔ پھر ان میں سے اکثر رشتہ داریاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئیں۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تاریخ میں بنواُمیّہ کی خلافت کے اختتام تک کبھی ایسا موقع نہیں آیا، جب ان دو خاندانوں میں کبھی عداوت اور دشمنی ہوئی ہو۔ بلکہ یہ دونوں خاندان آپس میں بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ اب ان کی آپس میں رشتہ داری کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

رشتۂ اوّل:

اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہ سلام اللہ علیہا، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ہمشیر تھیں۔ اس رشتہ کے لحاظ سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کے سُسر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی برادرِ نسبتی ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ کو سُنّی اور شیعہ دونوں مؤرخین نے اپنی ہر کتاب میں بیان کیا ہے۔ سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ”رملہ“ تھا۔ اور اُن کی والدہ کا نام صفیّہ بنت ابی العاص بن اُمیّہ بن عبدشمس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے نکاح سے قبل آپ کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکی حبیبہ نامی پیدا ہوئی۔ جس پر ان کی کنیت اُمّ حبیبہ تھی۔ (کتاب المحبّر، ص:۸۸)

مشہور شیعہ مؤرخ اور نساب ابن شہر آشوب نے لکھا ہے:

وأم حبيبة بـنـت ابـى سـفـيـان و اسمها رملة و كـانـت عند عبدالله بن جحش فى سنة ست و بقيت الىٰ أمارة معاوية.

اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان کا نام رملہ تھا۔ وہ ۶ھ تک عبداللہ بن جحش کے حبالۂ عقد میں رہیں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ رہیں۔ (المناقب ابن شہر آشوب، جلد:۱، ص:۱۲۰، قم ایران)

علامہ محمد ہاشم خراسانی نے اپنی مشہور تاریخ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

السابعۃ رملۃ المکناۃ باُمّ حبیبۃ بنت ابی سفیان وخواہر معاویہ است ۔ وبعضے اسم اوراہند گفتہ اند۔ واوّل زوجۂ عبداللہ بن رباب بود، ودرسالِ ہفتم از ہجرت آں حضرت اُوراتزویج فرمود۔ ودرسالِ چہل وچہارم ہجری درمدینہ از دنیا رحلت فرمود۔

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) ساتویں (زوجۂ محترمہ سیدہ) رملہ تھیں۔ جن کی کنیت اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان تھی۔ یہ (سیدنا) معاویہ کی ہمشیر تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ''ہند'' تھا۔ پہلے یہ عبداللہ بن رباب (جحش) کی اہلیہ تھیں۔ لیکن ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی فرمائی۔ اور ۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(منتخب التواریخ، ص:۲۲، طبع ایران)

اہل سنت والجماعت کی سب کتابوں میں سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی نسبت سے تذکرہ موجود ہے۔ ابن سعد نے رملہ نام سے ذکر کیا ہے۔ اور اُمّ حبیبہ کنیت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عبداللہ جحش سے نکاح کے نتیجے میں ان کے ایک بچی حبیبہ نامی پیدا ہوئی۔ جو داؤد بن عروہ بن مسعود ثقفی کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ (فکنیت بھا) اسی حبیبہ نامی بچی کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت اُمّ حبیبہ رکھی۔

(طبقات ابن سعد، جلد:۸، ص:۹۶، بیروت) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نسب قریش، ص:۱۲۳)

رشتۂ دوم:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنو ہاشم سے دوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ یعنی اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بہن قریبۃ الصغریٰ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے:

دسالفه من قبل اُمّ سلمة رحمها اللّٰه معاوية بن ابی سفیان بن حرب بن اُمیّة بن المغیره اخت ام سلمة لابیها لم تلد له.	سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بن حرب بن اُمیہ کے حبالۂ عقد میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے باپ کی طرف سے ان کی ہمشیر قریبۃ الصغریٰ تھیں جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (کتاب المحبّر، ص:۱۰۲، لاہور)

رشتۂ سوم:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنو ہاشم سے ایک اور رشتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کے چچا زاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے حبالۂ عقد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر ہند بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب تھیں۔ اس نکاح سے اولاد بھی ہوئی، جن میں سے ایک لڑکے کا نام محمد تھا۔

چنانچہ لکھا ہے:

هند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیّة الاموية اخت معاوية كانت زوج الحارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن هاشم فولد له ابنه محمداً.

ہند بنت ابی سفیانؓ، سیدنا معاویہؓ کی ہمشیر، حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔اور ان سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔

(الاصابہ، جلد: ۳،ص: ۵۸، تحت عبداللہ بن حارث، تہذیب التہذیب، جلد: ۵،ص:۱۸۱ حیدرآباد۔طبقات ابن سعد، جلد: ۵،ص:۲۴، بیروت)

ابن ابی الحدید نے بھی نہج البلاغۃ کی شرح میں اس رشتہ کا ذکر کیا ہے۔لکھا ہے:

و ارسل عبداللّٰه بن الحارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب و امّه هند بنت ابی سفیان بن حرب الٰی معاوية.

اور سیدنا حسن نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جن کی والدہ کا نام ہند بنت ابی سفیان بن حرب تھا، کو سیدنا معاویہ کی طرف بھیجا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ بھانجے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے خاص معتمد علیہ تھے۔ اسی وجہ سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے شرائط صلح طے کرنے کے لیے ان کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔

رشتۂ چہارم:

اس سلسلہ میں ایک اور خاص رشتہ خاندان معاویہ رضی اللہ عنہ کا خانوادۂ بنی ہاشم سے یہ تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی سیدہ لیلیٰ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی زوجۂ محترمہ تھیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک ہمشیر سیدہ میمونہ بنت ابی سفیان تھیں ۔ان میمونہ بنت ابی سفیانؓ کی شادی عروہ بن مسعود ثقفی کے صاحبزادے مرّ ۃ سے ہوئی۔اس شادی کے نتیجہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لیلیٰ تھا۔اس لیلیٰ کا نکاح سیدنا حسینؓ بن علیؓ سے ہوا۔اور سیدہ لیلیٰ بنت مرۃؓ سے سیدنا حسینؓ کا ایک بیٹا علی اکبر پیدا ہوا، وہ میدانِ کربلا میں شہید ہوگیا۔اس لحاظ سے سیدنا معاویہؓ کی سگی بھانجی اور یزید بن معاویہؓ کی سگی پھوپھی زاد بہن شہیدِ کربلا سیدنا علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں۔اس رشتہ کو بھی اہل سنت اور شیعہ مؤرخین دونوں نے تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ شیعہ مؤرخ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے:

ودیگر از زوجات آنحضرت لیلیٰ بنت ابی مرّ ۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفیہ است کہ مادرش میمونہ بنت ابی سفیان بود۔ واُو والدہ ماجدہ جناب علی اکبر است ۔

ترجمہ: سیدنا حسین کی دیگر زوجات میں ایک لیلیٰ بنت ابی مرّ ۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں۔ان کی والدہ ماجدہ میمونہ

بنت ابی سفیان تھیں۔ اور وہ لیلیٰ سیدنا علی اکبر بن حسین کی والدہ محترمہ تھیں۔

(منتہی الآمال، عباس قمی، جلد: ص: ۵۴۱، تہران)

علامہ ابی الفرج اصفہانی الشیعی نے بھی اس رشتہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

و علی بن الحسین وھو علی الاکبر و لا عقب له و یکنّی اب الحسن و امّه لیلی بنت مرّة بن عروه بن مسعود الثقفی و امّھا میمونة بنت ابی سفیان بن حرب.

ترجمہ: اور علی بن حسین جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھی۔ اور لیلیٰ کی والدہ (علی اکبر کی نانی) میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب تھیں۔

(مقاتل الطالبین، جلد: ۱، ص: ۵۴، بیروت)

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسی عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی اُمّ سعید سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ تھیں، جس عروہ بن مسعودؓ کی پوتی سیدنا حسینؓ بن علیؓ کی زوجہ تھیں۔ (ملاحظہ ہو: منتخب التواریخ، ص: ۱۲۳، تہران)

اہل السنّت کے علمائے انساب نے بھی اس رشتہ کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے:

ولد الحسین بن علی بن ابی طالب علیاً اکبر قتل بالطفّ مع ابیه و امّه لیلی بنت ابی مرّة بن عروه بن مسعود الثقفی...... امّھا میمونة بنت ابی سفیان بن حرب بن اُمیّة.

سیدنا حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے صاحبزادے علی اکبر جو اپنے باپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرّۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور ان لیلیٰ کی والدہ میمونہ بنت ابی سفیانؓ بن حرب بن اُمیّہ تھیں۔ (کتاب نسب قریش، ص: ۵۷) مزید تفصیل کے لیے تاریخ خلیفہ بن خیاط، جلد: ۱، ص: ۲۵۵۔

رشتۂ پنجم:

خاندانِ معاویہؓ اور خاندانِ بنو ہاشم کی ایک اہم رشتہ داری جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں یہ تھی کہ سیدنا علیؓ کے بھتیجے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار کی بیٹی اُمِّ محمد سیدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کے نکاح (۱) میں تھی۔

(ملاحظہ ہو: جمہرۃ الانساب ابن حزم، ص: ۶۲)

چنانچہ علامّہ ذہبی نے لکھا ہے:

(۱) حاشیہ: یزید بن معاویہؓ جہاں سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد تھے، وہاں سیدنا عمر بن الخطابؓ کے بیٹے عاصم بن عمرؓ کے بھی داماد تھے۔ اور سیدنا عاصم کی بیٹی اُمّ المسکین آپ کے نکاح میں تھیں۔ یہ اُمّ المسکین بڑی عابدہ، زاہدہ اور پاکباز خاتون تھیں۔ اور یہ عمر ثانی سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ راشد کی سگی خالہ تھیں۔

اُمّ المسکین بنت عاصم بن عمر خالة عمر بن عبدالعزیز و زوجة یزید بن معاویة. اُمّ مسکین بنت عاصم بن عمرؓ، عمر بن عبدالعزیز کی خالہ تھیں اور یزید بن معاویہؒ کی اہلیہ۔

(میزان الاعتدال، جلد:۵،ص:۶۱۳، بیروت)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن قتیبہ کی کتاب المعارف، ص:۱۸۰ اور بلاذری کی کتاب الانساب والاشراف ودیگر کتب النساب وتواریخ وغیرہم۔

جس طرح یزید بن معاویہؒ نے اُموی ہوتے ہوئے بنو ہاشم میں شادی کی تھی اسی طرح سیدنا حسینؓ بن علیؓ نے بھی ہاشمی ہوتے ہوئے اُموی خاندان میں شادی کی۔ اسی طرح سیدنا حسینؓ کی ایک بیوی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تھیں۔ (کتاب المحبّر ،ص:۴۴۸)

یہ عبداللہ بن جعفر طیارؓ سیدنا حسینؓ کے حقیقی بہنوئی بھی تھے۔ کیونکہ آپ کی بڑی ہمشیر سیدہ زینب بنت علیؓ جو کہ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں۔ ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔

اس لحاظ سے سیدنا حسینؓ، یزید بن معاویہؒ کی اہلیہ اُمّ محمد کے ماموں ہوتے ہیں۔ تیسرا رشتہ وہ تھا جس کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن معاویہؒ کی سگی پھوپھی زاد بہن لیلیٰ بنت ابی مرّۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی سیدنا حسینؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اور سیدنا حسینؓ کے بیٹے علی اکبر اسی کے بطن سے تھے۔ اس نسبت سے یزید بن معاویہؒ سیدنا علی اکبر کا ماموں لگتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے اس دامادی کے رشتہ کی وجہ سے یزید بن معاویہؒ ان پر بڑی داد و دہش کرتا تھا۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ ان کو دس لاکھ سالانہ دیتے تھے۔ یزید بن معاویہؒ نے ۴۰ لاکھ سالانہ دینا شروع کر دیا۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ یہ ساری رقم اہلِ مدینہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(ملاحظہ ہو: کتاب الانساب والاشراف للبلاذری، جزء رابع قسم ثانی، ص:۳، یروشلم۔ البدایہ والنہایہ، جلد:۹،ص:۳۳)

سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ کا داماد ہونے کی حیثیت سے یزید بن معاویہؒ سیدہ زینب بنت علیؓ کا بھی داماد تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یزید بن معاویہؒ نے دِمشق میں اہلِ بیتِ نبوّت کی بہت خدمت کی۔ (ملاحظہ ہو: جلاء العیون، ملا باقر مجلسی، ص:۶۲۲)

رشتۂ ششم:

رشتہ داری کے اس سلسلہ میں ان دونوں خاندانوں میں ایک رشتہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علیؓ کے چچا سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کی پوتی سیدہ لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان بن حرب سے ہوئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:

و تزوّجت لبابة بنت عبید اللّٰه بن عباس بن عبدالمطلب العباس بن علی بن ابی طالب ثم خلف علیها الولید بن عتبة بن ابی سفیان. اور لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی شادی سیدنا عباس بن علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ ہوئی۔ پھر لبابہ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔

(کتاب المحبّر ،ص:۴۴۱، نسب قریش،ص:۱۳۳)

عمدۃ الطالب فی النساب آلِ ابی طالب ،ص:۴۳ پر حواشی میں اس رشتہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔

رشتۂ ہفتم:

بنو ہاشم میں سے سیدنا جعفر طیارؓ کی پوتی یعنی محمد بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی سیدہ رملہ کی شادی بنواُمیّہ میں ہوئی۔ پہلے ان کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔اور بعد میں سیدنا معاویہ کے بھتیجے کے بیٹے سے ان کی شادی ہوئی۔ چنانچہ علامہ ابوجعفر البغدادی نے لکھا ہے:

و تزوّجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب سلیمان بن هشام بن عبدالملک ثم ابا القاسم بن ولید بن عتبه بن ابی سفیان.

سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مراون سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔

(کتاب المحبّر ،ص:۴۴۹،لاہور)

رشتۂ ہشتم:

ایک رشتہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کے بھائی سیدنا عباس بن علیؓ بن ابی طالب جن کو عباسؓ علمدار بھی کہتے ہیں کی پوتی سیدہ نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب کی شادی امیر یزید کے پوتے عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہؓ سے ہوئی۔اوراس سے دوصاحبزادے علی بن عبداللہ بن خالد بن یزیداورعباس بن عبداللہ بن خالد بن یزید پیدا ہوئے۔(جمہرۃ انساب العرب،ص:۱۰۳،کتاب نسب قریش،ص:۷۹)

رشتۂ نہم:

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیّارؓ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم جو سیدنا حسینؓ کی حقیقی بھانجی اور سیدہ زینب بنت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے تھیں۔ان کی پہلی شادی قاسم بن محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوئی۔ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔جس کا نکاح سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے سیدنا حمزہؒ سے ہوا۔سیدنا حمزہؒ کے انتقال کے بعد ان کا نکاح طلحہ بن عمر بن عبیداللہ تیمی سے ہوا۔ان سیدہ اُمّ کلثوم کا نکاح قاسم بن محمد بن جعفر طیّار کے انتقال کے بعد اُموی گورنر بصرہ حجاج بن یوسف ثقفی سے ہوا۔ لیکن ایک بیٹی پیدا ہونے کے بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ ان اُمّ کلثوم کا تیسرا نکاح سیدنا عثمانؓ بن عفان کے صاحبزادے سیدنا ابان بن عثمانؒ سے ہوا۔سیدنا ابان بن عثمانؒ کے انتقال کے بعد سیدہ اُمّ کلثوم سیدنا علیؒ بن عبداللہ بن عباسؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔(جمہرۃ انساب العرب،ص:۶۱،کتاب نسب قریش،ص:۸۳،المعارف،ص:۹۰)

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

خیرالقرون کے دو استثنا

وہ کہہ رہا تھا میں بوڑھا بھی ہوں نحیف ونزار بھی۔ میرے جوان بیٹے کو جہاد میں بھیج دیجیے، مجھے استثنا دے دیجیے۔ اُموی نائب السلطنت شام سے صرف اٹھارہ ساتھی لے کر وارد کوفہ ہوا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ خارجیوں سے نبرد آزما تھا، اُس نے امیر سے کمک مانگی تھی۔ لوگوں کو کوفہ کی جامع مسجد میں طلب کیا گیا تھا۔ بوڑھے شخص کو استثنا دے دیا گیا تھا مگر ساتھ ہی امیر کو رپورٹ پہنچ چکی تھی کہ عمیر بن ضابی نے شہید مدینہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر چڑھ کر اُن پر کئی وار کیے تھے۔ اپنی اس سیاہ کاری پر اُس نے فخریہ اشعار لکھے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد:۷، ص:۱۹۱)

امام بخاری نے لکھا ہے کہ امام ابن سیرین حرمِ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ دورانِ طواف ایک شخص کو دعا مانگتے سنا: ''اللہ مجھے بخش دے مگر مجھے یقین ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔''

امام ابن سیرین کہتے ہیں میں نے حیران ہوکر پوچھا اللہ کے بندے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا شیخ میں قاتلینِ عثمان میں سے ہوں، وہ شہید ہو چکے تھے میں نے اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور زور سے تھپڑ مارا۔ یا شیخ! میرا یہ ہاتھ اُسی دن سے سوکھ چکا ہے۔

امام ابن سیرین کہتے ہیں اس شخص کا ہاتھ خشک لکڑی کی طرح ہو چکا تھا۔ (تاریخ کبیر، ص:۱۲۷، جلد:۳)

سخت گیر اُموی گورنر فسادی صفت سبائیوں عراقیوں کے لیے عذابِ الٰہی بن کر نازل ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ قرآن مجید کے اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔ قُتیبہ بن مسلم باہلی، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم اُس کے مایہ ناز جرنیل تھے۔ صرف پچیس تیس سال اُن جرنیلوں کو اور مل جاتے تو ایشیا، یورپ اور افریقہ یعنی ربع ملکوں پر باطل مذاہب کا نام ونشان مٹا دیا جاتا۔ اپنے ۱۷ سالہ بھتیجے کے ذریعے اُس نے مُسلم ہند اور پاکستان کی بنیاد رکھی...... تاہم اس کا یہ پہلو عام اہل علم میں بہت کم ذکر ہوا ہے کہ سبائی غنڈوں قاتلینِ عثمان میں سے بچے کھچے مجرم اس کی گرفت سے نہ بچ سکے۔

حجاج نے آدمی بھیج کر عمیر بن ضابی کو واپس بلوایا۔ اس پر شہادتیں پیش کرنے کی تو ضرورت ہی نہ تھی خود اُسی کے اشعار کافی تھے۔ پھر بھی شاہد موجود تھے، مجرم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اقرار جرم کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ استثنا منسوخ ہو چکا تھا۔ اگلے ہی لمحے حجاج کی تلوار نے اُسے واصل جہنم کر دیا تھا۔ اِسی طرح کمیل بن زیاد بھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے رضا کاروں سے بچ کر زیرِ زمین رہ کر روسیاہی کی زندگی گزار رہا تھا وہ بھی سخت گیر حجاج کی گرفت سے نہ بچ سکا۔

’’اصل اور بڑا عذا تو آخرت کا ہے۔‘‘ (القرآن)

قبل ازیں استثنا کا ایک کیس رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش کیا گیا تھا۔ عالم میں معروف اور معزز خاندان قریش کی ایک نہایت باوقار شاخ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کی دادی اماں فاطمہ، اسی بنی مخزوم خاندان سے تھیں اور کئی قدیم الاسلام اور معظم اصحاب رسول مثلاً ارقم بن ابی الارقم، حارث بن ہشام، خالد بن ولید، ولید بن ولید اور کئی دوسرے اصحاب رسول علیہم الرضوان اسی قریشی قبیلے بنی مخزوم کے معزز سرٹیفائیڈ جنتی لوگ تھے...... ایک عورت نے کسی کی چیز چرالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے بہت سوچ بچار کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے تجویز کیا تھا۔ زیادہ خیال یہی تھا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے استثنا ضرور مل جائے گا۔ استثنا کی بیسیوں دلیلیں بھی تھیں۔ توقع تھی کہ استثنا ضرور مل جائے گا۔ خاندان کی ناک کا مسئلہ تھا۔ اور اُسامہ سے بڑھ کر کوئی سفارشی نہیں تھا...... مگر...... مگر رُخِ انور جلال میں لال ہو چکا تھا ’’**أُسَامَۃَ اَفِی حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ؟**...... اسامہ پہلی قومیں اسی لیے عذابِ الٰہی کا شکار ہوئیں کہ کمزوروں، غریبوں عوام کالانعام پر قانون لاگو اور کوئی بڑا جرم کرے تو اُسے استثنا۔ اُسامہ! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُسے استثنا نہ ملتا، **لَقَطَعْتُ یَدَھَا**...... میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا (مفہوم حدیث)

❁ ❁ ❁

حبیب الرحمٰن اعظمی

مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ......پس منظر پیش منظر

ہندوستان کی علمی تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں تعلیم و تدریس کا تمام تر انحصار مسلم حکمرانوں، امراء اور نوابین کی علم پروری، علماء نوازی اور داد و دہش پر تھا، ہر شہر اور ہر قصبہ میں سلاطین اور امراء کی جانب سے مدرسے قائم تھے، جن کے مصارف کی مکمل ذمہ داری شاہی خزانے پر ہوتی تھی، چنانچہ اجمیر، دہلی، پنجاب، آگرہ، اودھ، بنگال، بہار، دکن، مالوہ، ملتان، کشمیر اور گجرات وغیرہ میں اس قسم کی ہزاروں درسگاہیں قائم تھیں، ان باقاعدہ درسگاہوں کے علاوہ علماء شخصی طور پر بھی اپنے اپنے مستقر پر تعلیم و تعلّم کی خدمات انجام دیا کرتے تھے اور ان علماء کو معاش کی جانب سے بے فکر رکھنے کے لیے دربارِ شاہی سے مدد معاش کے عنوان سے جاگیریں اور وظائف مقرر تھے۔

مسلمانوں کا یہ نظامِ تعلیم ۱۸۵۷ء تک قائم رہا، اس نظامِ تعلیم میں عام طور پر صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، تصوف، تفسیر اور حدیث وغیرہ کے علوم وفنون پڑھے پڑھائے جاتے تھے، البتہ حدیث وتفسیر کا فن برائے نام تھا، زیادہ توجہ فقہ واصولِ فقہ اور پھر منطق وفلسفہ پر دی جاتی تھی۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان سے مسلمانوں کی حکومت کا چراغ گل ہوگیا اور سیاسی اقتدار پر مسلمانوں کے بجائے انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو یہاں کے عام باشندے اور بطور خاص مسلمان ’’اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً‘‘ (النمل، آیت: ۳۴) (جب بادشاہ کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد اور اس کے باعزت باشندوں کو ذلیل کرڈالتے ہیں) کے فطری اصول کا تختۂ مشق بن گئے

اس سیاسی انقلاب نے مسلمانوں کے اقتصادی، تمدنی اور علمی و دینی نظام کو کس طرح پامال کیا، اس کی تفصیل سر ولیم ہنٹر نے اپنی کتاب "Our Indian Muslims" ’’ہمارے ہندوستانی مسلمان‘‘ میں کسی قدر بیان کی ہے، انہوں نے ایک جگہ مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور مشکلات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

’’حکومت نے ان کے لیے تمام اہم عہدوں کا دروازہ بند کردیا ہے۔ دوسرے ایسا طریقۂ تعلیم جاری کردیا ہے جس میں ان کی قوم کے لیے کوئی انتظام نہیں ہے، تیسرے قاضیوں کی موقوفی نے ہزاروں خاندانوں کو جو فقہ اور اسلامی علوم

کے پاسبان تھے، بیکار اور محتاج کر دیا ہے، چوتھے ان کے اوقاف کی آمدنی جو اُن کی تعلیم پر خرچ ہونی چاہیے تھی غلط مصرفوں پر خرچ ہو رہی ہے۔'' (موجِ کوثر، شیخ محمد اکرام، ص:۴۷)

تعلیم کے سلسلہ میں اس نئی حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ اس طرح کا تعلیمی نظام رائج کیا جائے جسے پڑھ کر ہندوستانی ذہنی وفکری طور پر بالکل انگریز یا کم از کم ایماندار و محنتی رعایا بن جائیں۔ چنانچہ مسٹر الفنسٹن اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

''میں علانیہ نہیں تو در پردہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کروں گا، اگرچہ مجھے گورنر صاحب سے اس بارہ میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں امداد کرنے سے احتراز کیا جائے، تاہم جب تک ہندوستانی لوگ عیسائیوں کی شکایت نہ کریں، تب تک ان کی تعلیم کے مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں، اگر تعلیم سے ان کی رایوں میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں، تاہم وہ اس سے زیادہ ایماندار محنتی رعایا تو ضرور بن جائیں گے۔'' (روشن مستقبل، ص:۹۵)

اس سلسلے کی تفصیلات کے لیے ''اسبابِ بغاوت ہند'' از سر سید مرحوم، ''روشن مستقبل'' مولوی سید طفیل احمد مرحوم اور ''نقشِ حیات'' کی دوسری جلد از شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ ملاحظہ کی جائیں۔

ان حالات میں مسلم مفکرین و مدبرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ گورنمنٹ کا قائم کیا ہوا نظامِ تعلیم مسلمانوں کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا بلکہ یہ اسلامی تہذیب اور کلچر کے لیے تباہ کن اور ان کے عقائد و اخلاق کے واسطے مہلک ہے، مگر اس نظام کی اصلاح کے سلسلے میں ان کی رائیں مختلف ہو گئیں، ایک جماعت نے مسلمانوں کی اس زبوں حالی کا علاج انگریزی علوم وفنون اور تہذیب و تمدن میں تجویز کیا، بالفاظِ دیگر اس جماعت کا اصل مقصد مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح اور دنیوی پستی کا دور کرنا تھا، اس جماعت کے سربراہ اور قائد سر سید احمد مرحوم تھے، اور اس نظریہ کا اوّلین مظہر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے، سر سید مرحوم بھی اگرچہ مذہب کی ضرورت کو تسلیم کرتے تھے مگر دنیوی ترقی کو وہ اوّلیت دیتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ دنیوی ترقی کی راہ سے دینی مقاصد تک پہنچا جائے، مرحوم اپنے اس نظریہ کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے تھے:

''فلسفہ ہمارے دائے ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر''

مگر وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکے، چنانچہ تحریکِ علی گڑھ کے معقول وکیل اور سر سید مرحوم کے زبردست حامی شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''وہ مغربی علوم کے ساتھ ایمانِ کامل اور صحیح مذہبی تربیت کو ضروری سمجھتے تھے، لیکن اس میں انہیں پوری کامیابی

نہیں ہوئی۔''(موجِ کوثر، ص:۱۴۶)

اس ناکامی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہی شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''جن لوگوں نے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر تعلیم پائی، ان میں تو سرسید، محسن الملک اور وقار الملک جیسے مدبر اور منتظم پیدا ہوئے، جو لوگ انگریزی سے قریب قریب ناواقف تھے اور جن کے لیے مغربی ادب ایک گنجِ سربستہ تھا، انہوں نے نیچرل شاعری اور ایک جدید ادب کی بنیاد ڈالی، اور آبِ حیات، سخندانِ فارس، شعروشاعری، مسدسِ حالی جیسی کتابیں تصنیف کرلیں، لیکن جن روشن خیالوں نے کالج کی عالی شان عمارتوں میں تعلیم حاصل کی اور جن کی رسائی مغرب کے بہترین اساتذہ اور دنیا بھر کے علم وادب تک تھی، وہ مطمحِ نظر کی پستی اور کریکٹر کی کمزوری سے فقط اس قابل ہوئے کہ کسی معمولی دفتر کے کل پرزے بن جائیں۔''(موجِ کوثر، ص:۱۴۸)

مزید تفصیل کے لیے موجِ کوثر کے صفحات ۱۵۰ اور ۱۵۱ دیکھے جاسکتے ہیں۔

مفکرینِ اسلام کی دوسری جماعت کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اب ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کا واحد ذریعہ اسلامی تعلیمات ہیں، لہٰذا برٹش گورنمنٹ کی تعلیمی امداد واعانت سے صرفِ نظر کر کے دینی درسگاہیں اور اسلامی ادارے قائم کیے جائیں، اس جماعت کے سامنے بھی مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی تھی مگر اس نے اوّلیت ایمانیات و روحانیات کو دی، اس جماعت کے سرخیل اور میر کارواں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور نقطۂ نظر کا مظہرِ اوّلین دارالعلوم دیوبند ہے، شیخ محمد اکرام ان دونوں نظریوں کے اختلاف کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''سرسید کا مقصد مسلمانوں کے دنیوی تنزل کو روکنا تھا اور اربابِ دیوبند کی نظر دینی ضرورت پر تھی، پھر سرسید طبقۂ امراء کے رکن اور مولانا قاسم جمہور کے نمائندے۔''(موجِ کوثر، ص:۲۰۱)

اس دوسرے نظریہ اور طریقۂ کار پر پیامِ ندوہ میں ان الفاظ پر تبصرہ کیا گیا ہے:

''اس حقیقت سے کوئی ہوش منداور منصف انسان انکار نہیں کرسکتا کہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر دینِ خالص کی جس طرح حفاظت کی ہے اور اس کو بدعت اور تحریف اور تاویل سے محفوظ رکھا ہے، اس سے ہندوستان میں اسلامی زندگی کے قیام وبقا واستحکام میں بیش بہا مدد ملی ہے اور آج جو صحیح اسلامی عقائد، دینی علوم، اہلِ دین کی وقعت اور صحیح روحانیت اس ملک میں نظر آتی ہے اس میں بلاشبہ اس کا نمایاں اور بنیادی حصہ ہے۔''

آج کل ہندوستان میں مسلمانوں کے جو دینی ودنیاوی ادارے اور تعلیم گاہیں قائم اور اپنے طور پر خدمات انجام دے رہی ہیں، وہ انھیں دونوں نقطۂ نظر کی ترجمان ہیں اور اپنے اپنے نظریے کے مطابق مسلمانوں کی علمی، دینی اور دنیاوی

تعمیر وترقی میں مصروفِ عمل ہیں، اب اگر کسی ایک نظریہ کو دوسرے پر بہ زور تھوپنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ اتحاد واتفاق کے بجائے انتشار اور پراگندگی کا سبب ہوگی، آج کل ایک خاص حلقے کی طرف اسلامی درس گاہوں کی اصلاح وتنظیم کی آواز بڑی شد ومد کے ساتھ بلند کی جا رہی ہے، بالخصوص مدارس کے نصاب اور نظامِ تعلیم وتربیت پر کھلے الفاظ میں حملے کیے جا رہے ہیں۔

یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی تحریک کو بارآور رکھنے اور اُسے مفید بنانے کے لیے ضرورت کے مناسب اس میں اصلاح اور تجدید وتطہیر کا عمل جاری رہنا چاہیے جس سے مدارسِ اسلامیہ قطعاً مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن اس اصلاح کے نام پر انہیں اسکول وکالج کے قالب میں ڈھال دینے کی تجویز کسی صورت بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔

ہمارے ملک میں جہاں مکمل طور پر لادینی نظامِ تعلیم رائج ہے اور ہمارے مسلم بچوں کی نوے فیصد سے بھی زائد تعداد اسی نظام سے وابستہ ہے، لے دے کر صرف چار پانچ فیصد بچے ہی اسلامی تعلیم سے متعلق ہیں، اب اگر ان مدرسوں کو بھی ملک میں رائج اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سانچے میں ڈھال دیا گیا تو پھر بتایا جائے کہ اسلامی علوم وفنون کو زندہ رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

پھر یہ آواز ایک ایسے وقت میں بلند کی جا رہی ہے، جب کہ حکومتِ وقت اپنے ذہنی تحفظات اور مخفی عزائم کے تحت ''مدرسہ بورڈ'' کا دامِ ہم رنگ زمیں کے ذریعہ مدارس کا شدھی سنگھٹن کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

ملّت کے ان دردمندوں کو آخر یہ روشن حقیقت کیوں نظر نہیں آتی کہ جماعتِ مسلمین کے وہ نوے فیصد سے زائد طلبہ جو عصری تعلیم گاہوں سے منسلک ہیں، وہ ملّت کی اقتصادی زبوں حالی اور معاشی کمزوریوں کو دور کرنے میں اپنا کوئی نمایاں اور قابلِ ذکر کردار پیش نہیں کرسکے تو پھر یہ چار و پانچ فیصد اس سلسلے میں کیا انقلاب لاسکتے ہیں؟

اس لیے ہماری ان دانش مندوں اور ملّت کے بہی خواہوں سے مخلصانہ گزارش ہے کہ خدارا مدارسِ اسلامیہ کو اصلی مدارس کے فکر وعمل کے دائرے میں بحالہٖ چھوڑ دیجیے اور ژرف نگاہی وبالغ نظری سے ملّت کی زبوں حالی کی واقعی علّت اور سبب کو سمجھئے اور پھر جرأت واستقلال کے ساتھ اسے دور کرنے کی جدوجہد کیجیے۔ مدارس کو کالج بنادینے کی سعیِ لاحاصل میں اپنی قوت وطاقت یوں رائیگاں کرنا بے سود ہے، ملّتِ اسلامیہ اسے کسی قیمت پر تسلیم نہیں کرسکتی۔

(بہ شکریہ ''ماہنامہ دارالعلوم''، دیوبند، جنوری ۲۰۱۴ء)

پروفیسر خالد شبیر احمد

خلیفۂ راشد سیدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ

طینتِ پاکیزہ ہے سب سے جُدا عثمانؓ کی
استعارہ بن گئی شرم و حیا عثمانؓ کی

اُن کے دم قدم سے پایا دینِ حقّہ نے فروغ
کیوں نہ ہو پھر قلبِ مومن میں وِلا عثمانؓ کی

وہ حضورِ پاک کے ہیں جاں نثاروں میں شمار
ترجمانِ دینِ حق ہے ہر ادا عثمانؓ کی

کب دفاعِ ذات کو رکھتے تھے وہ پیشِ نظر
جو رضا اللہ کی تھی وہی رضا عثمانؓ کی

خوبیِ ایثار اُن کی تھی نمایاں اس قدر
دینِ حق پہ ہو گئی ہر شے فدا عثمانؓ کی

سلسلہ جاری رہے گا اب تو اُن کے فیض کا
داستاں در داستاں جود و سخا عثمانؓ کی

گھر کے باہر تھے جمع سب مفسدانِ بے ضمیر
گھر کے اندر قید تھی بس اک وفا عثمانؓ کی

سر پہ جن کی عظمتوں کا تاج ہے رکھا ہوا
تا ابد روشن ہوئی رنگیں قبا عثمانؓ کی

داستاں ہے منفرد، صبر و رضا کی داستاں
ما ورائے عقل ہے عقلِ رسا عثمانؓ کی

آج بھی روتا ہے جس پر چرخِ نیلی فام تک
غم فزا ہر زاویے سے ہے کتھا عثمانؓ کی

دینِ حق کی عظمتوں پر کر دو جاں تک بھی نثار
کہہ رہی ہے یہ فقط خوئے رضا عثمانؓ کی

لب پہ اُن کی عظمتوں کے ہیں ترانے خوش نوا
دل کے آنگن میں بھی میرے ہے ضیاء عثمانؓ کی

بے ریا تھی ذات اُن کی حلم کی تصویر وہ
یکتا ہے سب سے منفرد شانِ بقا عثمانؓ کی

اس طرح بدلہ لیا ابنِ سبا نے دین سے
دل کے اندر تک گئی ہے یہ صدا عثمانؓ کی

کربلا کی سمت جانے کی ضرورت کب پڑی
''آپ چل کر آ گئی گھر کربلا عثمانؓ کی''

شان میں جو اُن کی میں نے کہہ دیے اشعار یہ
یہ بھی خالدؔ بالیقیں ہے اک عطا عثمانؓ کی

❀ ❀ ❀

کرم حیدری

شکستِ خواب

ہے غرق تحیّر میں مگر ملّتِ سادہ — ساحل پہ یہاں اُٹھتے ہیں طوفان زیادہ
اس خاک کا جو ذرّہ ہے پامالِ ہوس ہے — ہر کُنجِ چمن بے در و دیوارِ قفس ہے
چھائی ہوئی بدکار ، بداطوار سیاست — اندیشۂ بیمار کی بیمار سیاست
یہ قوم کے رہبر ، یہ سیاست کے دلارے — یہ پھولوں کی مانند تروتازہ شرارے
یہ وقت کی رفتار کے پہچاننے والے — ہر رنگ میں تقریر کا گُر جاننے والے
سرمستِ سیاست ہیں سیاست کے مداری — قوم اِن کی بلا سے جو ہو اللہ کو پیاری
ہے فکر غلط کوش ، تخیّل غلط اندیش — ہمّت میں تذبذب ہے ، ارادوں میں پس و پیش
ہے نقطۂ پُرکارِ عمل ذات ، فقط ذات — اس دائرہ تنگ میں کیا بولیں گے اوقات
کچھ بڑھ کے سیاست سے ہے بازارِ تجارت — اخلاق کی ہر قدر یہاں ہوتی ہے غارت
بازار ہی کہیے تو یہ ہے لوٹ کا بازار — سودے ہیں امانت کے دیانت کے ہیں بیوپار
بیٹھے ہوئے ہر موڑ پہ خوش وضع لٹیرے — یہ مار سرِ گنج ، یہ چالاک سپیرے
یہ لکشمی دیوی کے مسلمان پجاری — اخلاق سے ، احساس سے ، ایمان سے عاری
یہ قحط میں اِک فصلِ گراں کاٹنے والے — حالات کے ماروں کا لہو چاٹنے والے

دمِ اِن کا سلامت ہے تو ہے امن وسکون خواب
یہ لوگ ہیں موجود ، تو ہر چیز ہے نایاب

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط: ۳۳

ورق ورق زندگی

دارِ بنی ہاشم اور محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتوں پر سے پابندی کا خاتمہ ہونے کے بعد جماعتِ احرار کا احیا ہوا۔ اس سلسلے میں جب مجلس شوریٰ کا اجلاس موجودہ ''دارِ بنی ہاشم'' میں طلب کیا گیا تو اس وقت یہاں پر حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری قدس سرّہ کے اہتمام میں ''مدرسہ احرار الاسلام'' کے نام سے ایک ادارہ قائم تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اُس وقت ارد گرد آبادی کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ میرے کالج (گورنمنٹ سول لائنز کالج) سے لے کر M.D.A چوک تک سڑک کے دونوں کناروں پر کوئی عمارت نہ تھی بلکہ دونوں طرف تاحدّ نگاہ نرسریاں بنی ہوئی تھیں۔ جنوری ۱۹۷۹ء میں یہاں پر تحریکِ طلبائے اسلام کا کنونشن منعقد ہوا۔ انھی دنوں میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے یہاں مستقل قیام اختیار کرتے ہوئے اس جگہ کا نام ''دارِ بنی ہاشم'' تجویز فرمایا ساتھ ہی مدرسہ معمورہ کا اجرا بھی کیا۔ پھر آج دارِ بنی ہاشم کو دیکھئے جہاں اللہ کے فضل وکرم سے دین اور اہلِ دین کی محبت ومحنت کے آثار ہویدا ہیں۔ عمدہ اور لائقِ استفادہ لائبریری موجود ہے۔ مجلسِ احرار کا دفتر بھی اسی احاطے میں قائم ہے۔ جو عامۃ المسلمین اور مجلس کے کارکنوں کی تربیّت ورہنمائی کا ایک اہم مرکز ہے۔ الحمد للہ وسائل کی بہت فراوانی نہ سہی لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر سہولت موجود ہے۔ پھر دارِ بنی ہاشم کے اسی احاطہ میں مدرسہ معمورہ بھی قائم ہے۔ جہاں حفظِ قرآنِ مجید اور درسِ نظامی کے شعبوں میں طلبائے دین کا استقبال کیا جاتا ہے اور آج جس کے فضلاء زندگی کے مختلف شعبوں میں حریت پسندانہ نظریات کی پختگی کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں جبکہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ''جامعہ بستانِ عائشہ'' قائم ہے۔ جس میں بچیوں کے داخلے کے لیے لوگ انتظار کرتے ہیں اور تعداد کی کثرت ومکان کی قلت کی وجہ سے سب درخواست گزاروں کو داخلہ دینا ممکن نہیں ہوتا۔ ''جامع مسجد ختمِ نبوت'' بھی اسی احاطے میں واقع ہے جس کا منبر وہ مسندِ عالی ہے جس پر روزِ اول سے آج تک ہمیشہ استعمار دشمن، عاشقِ رسول، متبعِ سنّت اور اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھنے والے علمائے ربانی ہی جلوہ افروز ہو کر امّتِ مسلمہ کو اس کے دوستوں اور دشمنوں کی پہچان سمیت دینِ حنیف کے احکام وعلوم کی نشر واشاعت کرتے رہے ہیں۔ کسی دنیا دار جاہ پرست بہروپیا مولوی کو اس مطہّر منبر نے قبول نہیں کیا ہے۔ جماعت کے ترجمان ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کا دفترِ ادارت بھی یہیں قائم ہے جہاں سے پچھلے ۲۵ برس سے یہ موقر

ماہنامہ پوری با قاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ غرضیکہ دارِ بنی ہاشم کارکنانِ مجلس احرار اسلام کے لیے ایک منارۂ نور بنا ہوا ہے۔ اس روشن سفر میں بنیادی جدّ و جہد اور قربانی حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جنھوں نے دن رات محنت کر کے اس کی بنیادی ضروریات فراہم کیں۔ اساتذہ وطلباء اور ادارے میں آنے والوں کی خدمت و رہنمائی میں دن رات ایک کر دیا۔ سید عطاء المحسن شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مرحومہ و مغفورہ اہلیہ نے بھی اس ادارے کے متعلقین کے اکرامِ واجب کے لیے اپنے ایثار پیشہ شوہرِ نام دار کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ مدرسہ معمورہ کے ابتدائی دنوں میں کافی عرصہ تک تمام طالب علموں کا کھانا وہ خود اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی رہیں۔ محسن شاہ صاحب جب کہیں شہر سے باہر دورے پر چلے جاتے تو ان کی عدم موجودگی میں معصوم طلباء کی نگہداشت وہی کرتی تھیں۔ بعض اوقات اس وقت کے دارِ بنی ہاشم میں، جس کی تنہائی اور آبادی سے دوری دیکھی نہ جاتی تھی، وہ تمام شرعی قیود کی رعایت رکھتے ہوئے مدرسہ سے متعلقہ معاملات کی خود دیکھ بھال کرتیں۔ پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم دارِ بنی ہاشم کے اولین ہمسایوں میں سے تھے وہ بھی حقِ ہمسائیگی ادا کرتے ہوئے مدرسے کے باہر کی دیکھ بھال کی خاطر رات کو مدرسہ میں سو جایا کرتے تھے۔

دارِ بنی ہاشم کے قیام کے بعد یہاں جماعتی و دینی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تو مختلف پروگرام منعقد کیے گئے اور اہم نشستیں بھی ہونے لگیں۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی امامت میں عیدین کی نمازوں کے اجتماعات تو پہلے سے ہو رہے تھے۔ ۸۰ کی دہائی کے آغاز میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری کی فصیح البیان خطابتِ جمعہ بھی شروع ہو گئی۔ اسی زمانے میں سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین کا باقاعدہ انعقاد بھی یہیں پر ہونے لگا جو الحمد للہ ابھی تک مستمر ہے۔ اسی طرح یومِ امیر شریعت سمیت مختلف النوع اجتماعات اور نشستوں میں مولانا سید عطاء المومن بخاری سمیت اہلِ علم وفکر اور احرار کارکنان و قائدین نہایت سرگرمی سے شرکت کرتے تھے۔ چنانچہ اس ادارے کو مرکزیت حاصل ہوتی گئی اور شہر بھر کے حریت کیش دوستوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی۔

محترم سید کفیل شاہ صاحب بخاری کہتے ہیں کہ فروری ۱۹۸۸ء میں جب محسن شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کا اجراء کیا تو اس کی طباعت و اشاعت کے اخراجات میں ہمیں ہر ماہ مالی خسارہ اٹھانا پڑتا تھا۔ میں نے ایک دن اپنے محسن و مربی ماموں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کو اس طرف توجہ دلائی تو فرمانے لگے کہ یہ رسالہ ہمیں ہر حال میں شائع کرنا ہے۔ یہ خسارہ اس طرح سمجھو کہ تم نے اتنی تنخواہ میں جماعت کے لیے ایک مبلغ رکھا ہوا ہے، ان شاء اللہ یہ ہمارا بہترین مبلغ ہے کیونکہ یہ وہاں بھی پہنچتا ہے جہاں ہم میں سے کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔

ایک بار سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے فیصلہ کیا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک مشاعرہ منعقد ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ مشاعرہ ہوا اور اس جگہ پر ہوا جہاں پر اس وقت مسجد کی عمارت ہے، اس وقت یہ جگہ ایک خالی میدان تھی۔ اس مشاعرے میں شہر کے مقتدر شعراء نے شرکت کی اور لوگوں کی کثیر تعداد اس مشاعرہ سے محظوظ ہوئی۔ تحریک طلباء اسلام کے اُس وقت نائب صدر محترم ارشد بخاری نے، جو اس وقت احمد پور شرقیہ میں وکالت کر رہے ہیں، اس مشاعرے کو ریکارڈ کر کے محفوظ کر لیا تھا۔ اس مشاعرے میں پڑھی گئی نظمیں جن میں امیر شریعت کی ذاتِ والا صفات کی دینی خدمات، ان کی انگریز دشمنی، اُن کی آزادی کے لیے تگ و دو کو خوبصورت انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا تھا۔ یہ مشاعرہ مشہور و معروف شاعر اور ادیب جناب عابد صدیق صاحب مرحوم و مغفور کی صدارت میں ہوا۔ جس میں جناب عاصی کرنالیؒ، جناب اسلم انصاری، جناب انور جمال، جناب ارشد ملتانیؒ، جناب ولی محمد واجدؒ، جناب تابش صمدانی، جناب ہلال جعفریؒ خاص طور قابل ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات کی نظموں کے چند شعر نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں۔

جناب اسلم انصاری:

صدفِ دہر میں ایک گوہر یکتا تھا وہ فرد تھا علم و عزیمت میں یگانہ تھا وہ
لحن میں اُس کے فصاحت کا چمن کھلتا تھا حسن ابلاغ میں مہکتی ہوئی دنیا تھا وہ
اس کی محفل میں بلاغت بھی تھی نقشِ دیوار حرف و مفہوم سماعت تھے کہ گویا تھا وہ
کوئی باور نہ کرے گا وہ سخن کا اعجاز شاید اب کوئی نہ سمجھے گا کہ کیسا تھا

جناب عاصی کرنالی مرحوم:

ایک شعلہ تھا جو بہت بے تاب و برہم ہو گیا شاہ صاحب کی خطابت میں مجسم ہو گیا
آندھیوں کا زور، بادل کی گرج، طوفانوں کا جوش سیل کی آہٹ کڑکتے صاعقے جیسا خروش
زلزلہ، صرصر، تلاطم، آگ، لاوا، بانگِ صور موت کی للکار، برزخ، نعرۂ یوم النشور
علم، قرآن، آگہی، ایقاں، تفکر، اعتقاد شرح، ایماں، معرفت، حکمت، تفقہ اجتہاد
ملّتِ اسلام اے روشن نصیب و خوش نظر دیکھیے اس انمول آزادی کی ظالم قدر کر
خطۂ ارضِ وطن اک مشترک تعبیر ہے شاہ جی کا خونِ دل بھی شاملِ تعمیر ہے

جناب انور جمال:

اے رہروانِ شوق کے سالارِ معرفت
تیری زباں نے کھولے ہیں اسرارِ معرفت
تقدیس کی لغت میں خدا کا ولی ہے تو
دیباچۂ حیات کا حرفِ جلی ہے تو
اک مردِ صد صفت کہ جماعت کہیں جسے
ایسا فقیر، ''امیرِ شریعت'' کہیں جسے
لکھتا ہوں تیری شان میں اشعار اس لیے
تو عشقِ مصطفیٰ میں ہے سرشار اس لیے
میرا نسب یہی ہے یہی میرا نام ہے
جو عاشقِ رسول ﷺ ہے میرا امام ہے

جناب تابش:

وہ میرِ شریعت تھے وہ قائدِ احرار
باطل کے وہ سر پہ تھے لٹکتی ہوئی تلوار
بچھڑے ہوئے گو تجھ سے ہوا ایک زمانہ
سینوں میں کھلے ہیں تری یادوں کے چمن زار
اب ڈھونڈ کے لائیں ترے رتبہ کا کہاں سے
بھٹکی ہوئی ملّت کا قافلہ سالار
تو ختمِ نبوّت کا مبلغ تھا وہ جس پر
اس ملک کے شاہد ہیں سبھی کوچہ و بازار

جناب ولی محمد واجد:

احرار سربلند ہیں باطل کے سامنے
للکار کس کی ہے یہ جہانِ اصول میں
لرزاں ہیں سامراج کے سارے گماشتے
اک کھلبلی مچی ہے ظلوم و جہول میں
اہلِ نظر امیر شریعت کہیں جسے
یاد اس کی زندہ ہے میرے قلبِ ملول میں
واللہ ان کے قرب کا لمحہ کبھی نہ دوں
سارا جہاں بھی جو ملے مجھ کو مول میں
آؤ لگائیں در پہ بخاری کے ایک صدا
ممکن ہے کچھ کمی ہو شبِ غم کے طول میں
واجد حضور گوشِ دل و جان سے سنو
ظفر علی کا شعر گنواؤ نہ بھول میں
''کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں''

آخر میں صدر مشاعرہ جناب عابد صدیق نے اپنی نظم پیش کی:

دیکھا ہے ہم نے دین و سیاست کا امتزاج
اس عہد میں امیر شریعت کی ذات میں
مردِ فقیر، شاہ جی کہتے ہیں جس کو لوگ
جس کو فقط غلامیٔ افرنگ کا تھا روگ
اس مردِ حُر کا قوم نہ کیونکر منائے سوگ
''پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ''

جس کے بیاں سے لرزہ بجاں شوکتِ فرنگ　　جس کی زباں میں کوثر و تسنیم کے تھے رنگ
ظلمت گہِ ہنود میں وہ نور کا نشاں　　ہندوستاں میں ختمِ نبوّت کا پاسباں
اس کی نگہ کی زد میں وسعت جہاں کی تھی　　اب سوچتے رہو کہ وہ مٹی کہاں کی تھی
اصحابِ مصطفیٰ کی جماعت کا فرد تھا　　''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل ملاقاتیں:

ادھر ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے ملحقہ ایک چھوٹے سے مکان میں بیٹھے مجلس احرارِ اسلام کے دفتری نظام کو چلا رہے تھے۔ میں اکثر اسی جگہ پر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا۔ اسی مکان میں ملک کے مختلف لوگ آپ سے آ کر ملتے، اُن کے ساتھ جو گفتگو آپ فرماتے وہ میرے لیے حکمت و دانائی، عزم و ہمت، اعتماد و بے باکی کا ایک ایسا سبق تھی جو میری رگ رگ میں اب بھی خون کی گردش کی طرح دوڑ تا ہے۔ انہوں نے یہیں بیٹھ کر مجھے لکھنے کی تلقین کی، فرماتے تھے کہ آپ لکھا کریں، آپ میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ اگر آپ اس پر توجہ دیں تو آپ اس کو نکھار کر بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے مجھے کچھ لکھنے سے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا ذکر کرتا تو کہتے انھیں ضبطِ تحریر میں لاؤ یہ ہماری جماعت کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے کہنے پر یہ سب ملاقاتیں تحریر کیں جو ''نقیب ختمِ نبوت'' کے امیر شریعت نمبر کے حصہ اوّل، دوم میں موجود ہیں۔ امیر شریعت پر ایک طویل مضمون لکھ کر انہیں دکھایا تو بہت خوش ہوئے۔ پھر شعر گوئی کی طرف بھی انھوں نے ہی مجھے متوجہ فرمایا۔ ایک دفعہ ''اردو ڈائجسٹ'' کے مدیر الطاف حسین قریشی نے ایک مضمون میں لکھا کہ: سن ۵۳ کی تحریک (یعنی تحریکِ مقدّس تحریک ختمِ نبوّت) انگریزوں کی ایما پر چلائی گئی تھی۔ تا کہ اس وقت جو اسلامی دستور اسمبلی کے زیرِ غور تھا اور تیار ہو رہا تھا وہ مکمل نہ ہو سکے۔ انہوں نے جب پڑھا تو مجھے فرمانے لگے کہ اس کا جواب تم نے لکھنا ہے۔ چنانچہ یہ انھی کا فیض ہے کہ میں نے الطاف حسین قریشی کے جواب میں ایک طویل مضمون تحریر کیا، جس کا عنوان تھا: ''تحریکِ ختمِ نبوت پر صحافی دولتانہ کا تبصرہ''۔ آپ نے اسے خوب پسند کیا اور مجھے داد دے کر میری حوصلہ افزائی کی اور اسے ''الاحرار'' میں شائع فرمایا۔ یہ مضمون میں نے احمد محمود اختر کے نام سے لکھا تھا جو میرا تاریخی نام ہے اور میرے والد محترم نے اس سے میرا سنِ پیدائش ۱۹۳۴ء نکالا تھا۔

ایک دن اُن کے پاس بیٹھا ملک کے سیاست دانوں کا تذکرہ کر رہا تھا کہ نہ ان کا کوئی معیار ہے نہ کوئی نصب العین، ہر ایک اپنے ذاتی مفادات کی فکر میں کبھی ایک جماعت تو کبھی دوسری جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس صورت

حال نے ہمارے سیاسی ماحول آلودہ کر رکھا ہے میں نے کہہ دیا کہ یہ سب ''تلّو تاڑو'' ہیں۔ اب تلّو تاڑو کی ترتیب پہ بہت خوش ہوئے کہ ہاں یہ درست ہے۔ یہ تاڑتے رہتے ہیں کہ مال کہاں سے مہیا ہوسکتا ہے۔ اُنھیں ایسی عوامی مزاج کی چیزیں بھی پسند آتی تھیں۔ کہنے لگے کہ تلّو تاڑو پہ کوئی شعر ہونا چاہیے۔ میں نے کہا کہ یہ تو آپ ہی کہہ سکتے ہیں۔ فکاہیہ رنگ میں کہنے لگے:

ہر شخص یہاں پہ تلّو ہے
ہر شخص یہاں پہ تاڑو ہے

کہنے لگے کہ اب اس شعر کو سامنے رکھتے ہوئے تم کوشش کرو۔ میں نے کہا کہ میں کوئی شاعر ہوں۔ کہنے لگے کہ تمہارے اندر ایک شاعر موجود ہے جو بہت جلد سامنے آجائے گا۔ تم کہو، بہر حال میں نے اسی شعر کو سامنے رکھ کر کچھ شعر نما کہے۔ میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ اس کو مکمل کرو جہاں پر کوئی سقم ہوگا میں درست کردوں گا۔ چند دنوں کے بعد وہ نظم مکمل ہوئی اور اس میں کچھ شعروں کا آپ نے بھی اضافہ کیا اور اس نظم کو ''چڑیا گھر'' کا عنوان دے کر اسے ''الاحرار'' میں شائع کر دیا۔ اب دیکھئے کہ اس کے برسوں بعد میں نے شعر کہنا شروع کر دیا۔ یہ تھا ان کا کمال کہ مجھ جیسے لوگوں کو بھی سخن ور بنا دیا۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ آج نظم ونثر میں جو کچھ لکھنے کی توفیق ہو جاتی ہے یہ اُن کی نظرِ کرم ہی ہے۔ اور یہ بات مجھ پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ میرے جیسے کئی اصاغر کو انہوں نے لکھنا پڑھنا تلقین کیا اور سکھایا۔ میں نے مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ کا ایک مضمون پڑھا تھا اس میں انہوں نے ایسے کچھ نوجوانوں کا ذکر کیا ہے، جنہیں آپ کی ہی تلقین اور تربیت نے اچھا لکھنے کا ذوق ڈالا۔ جن میں چند نام مثلاً محترم رفیق اختر، جناب ڈاکٹر شاہد کاشمیری، جناب عباس نجمی مرحوم، محترم سید کفیل بخاری جناب عبداللطیف خالد چیمہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے مضامین ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' اور ''الاحرار'' میں موجود ہیں۔ محترم رفیق اختر نے تو کانگریس اور احرار، مسلم لیگ اور احرار کے زیرِ عنوان دو کتابیں تصنیف کیں۔ احرار کانگریس کا دیباچہ میں نے لکھا جو تیس چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔

ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ عالمانہ شکل وصورت کے کچھ حضرات تشریف لے آئے۔ آپ نے چائے سے اُن کی تواضع کی اور آنے کا سبب پوچھا۔ کہنے لگے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے کفر کا فتویٰ لینے آئے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب جماعت اسلامی کی طرف سے ۱۱۳ علماء کے فتویٰ کی تشہیر ہو رہی تھی کہ ''سوشلزم کفر ہے اور اس کی اعانت حرام ہے'' آپ اُن کی یہ بات سن کر حیران ہوئے اور جواباً ارشاد فرمایا:

''میں کوئی مفتی ہوں کہ آپ میرے پاس فتویٰ لینے کے لیے آگئے ہیں۔ مفتی صاحب تو آپ راستے میں چھوڑ آئے ہیں اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ مودودی صاحب پر کفر کا فتویٰ آپ کس بنا پر مانگ رہے ہیں؟''۔ انھوں نے کہا کہ صحابہ کی توہین پر۔ جواب دیا کہ ''صحابہ کی توہین ہی محض کفر کی بنا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو میں اس شیعہ عالم کا نام لیتا ہوں، جس نے چند دن پہلے ملتان کے اندر ایک تقریر میں صحابہ کرام اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی ہے۔ کسی مفتی سے اس کے کفر کا فتویٰ لے آؤ اور مجھ سے مولانا مودودی کے کفر کا فتویٰ لے لو۔''

یہ سن کر وہ حضرات اپنا سامنہ لے کر جہاں سے آئے تھے وہیں روانہ ہوگئے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم سے ملاقات:

سید مودودی مرحوم کا ذکر آیا تو اب مجھے مولانا مودودی سے ایک ملاقات جو غالباً ۱۹۶۴ء یا پھر ۱۹۶۵ء میں اُن کی کوٹھی پر ہوئی وہ یاد آ گئی ہے۔ میں لاہور میں تھا کہ ایک دن میرے دوست شیخ پرویز سے ملاقات ہوئی۔ وہ اکثر آغا شورش مرحوم سے ملتے رہا کرتے تھے۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ردِّ قادیانیت میں ہمیشہ سرگرم کار رہے۔ ایک رسالہ ''مرزائیل'' کے نام سے ترتیب دے کر ملک بھر کے اہلِ علم حضرات میں تقسیم کیا۔ اسی طرح چنیوٹ سے ایک ماہنامہ ''بے لاگ'' چنیوٹ کے ہی دوسرے صحافی جناب بشیر چمن کے ساتھ مل کر شائع کرتے رہے ہیں اور بعد میں چنیوٹ کے گورنمنٹ اسلامیہ کالج کے پرنسپل طور پر کام کرنے کے بعد آج کل چنیوٹ میں ریٹائر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان سے اس اچانک ملاقات پر بڑی خوشی ہوئی اور ہم ایک جگہ گپ شپ کے لیے بیٹھ گئے، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تو مودودی صاحب رحمہ اللہ کی تحریک ختمِ نبوّت سے علیحدگی اور اُن کے بہم متعارض سیاسی مواقف کا ذکر بھی زیر بحث آیا۔ شیخ صاحب کہنے لگے اگر مودودی صاحب سے ملاقات کی جائے تو کیسا رہے گا۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہنے لگے کہ جہاں ہم اس وقت بیٹھے ہیں یہ اچھرہ ہے اور یہیں پہ اُن کی کوٹھی ہے۔ اگر انھوں نے وقت دیا تو ملاقات ہو جائے گی۔ مجھے یاد ہے کہ یہ وہ دور تھا کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں مضبوط اپوزیشن کی صورت میں متحد تھیں، صدر ایوب کے خلاف بڑے زور وشور سے مہم جاری تھی اور جمہوریت کی بحالی کے لیے تگ ودو ہو رہی تھی۔ جس کی شدّت کی وجہ سے بعد میں صدر ایوب کو کہنا پڑا کہ ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے اور میں اپوزیشن سے ہر مسئلہ پر بات چیت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ حالانکہ یہ وہی صدر ایوب تھے جو کبھی کہا کرتے تھے کہ اپوزیشن ہے ہی کہاں؟ اور میں کس سے بات کروں؟۔ اس تحریک کا آغاز جماعت اسلامی کی طرف سے ہی ہوا تھا۔ اپوزیشن جماعتوں کے اس اتحاد کی سربراہی نوابزادہ نصر اللہ خان کے پاس تھی جو رات دن

اس اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں مصروف تھے۔ چنانچہ ہم دونوں دوست میں اور شیخ پرویز مولانا مودودی مرحوم کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے، اندر داخل ہوئے تو گیٹ کے ساتھ ہی ایک وسیع لان تھا۔ دوسری طرف عمارت کے آخری کونے میں ایک کمرہ کھلا تھا۔ ہم دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے تو ایک صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے۔ سامنے ایک بڑا میز رکھا تھا اور وہ کچھ لکھ رہے تھے۔ ہم نے سلام کیا تو انہوں نے سر اٹھا کر ہمارے سلام کا جواب دیا اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ جواب میں شیخ پرویز نے کہا ہم دونوں مولانا صاحب سے ملاقات کے خواہش مند ہیں اس لیے حاضر ہوئے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا تو اس طرح نہیں ملتے۔ جواب میں ہم نے کہا کہ ان سے ملاقات کا طریقہ کیا ہے؟ فرمادیجیے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا تو عصر کی نماز کے بعد سامنے لان میں تشریف لے آتے ہیں اور جس نے انھیں ملنا ہوتا ہے وہ آکر وہیں مل لیتے ہیں۔ ہم اٹھ کر آگئے اور غالباً دوسرے ہی روز نماز عصر کے بعد دوبارہ گئے، مولانا وہاں تشریف فرما تھے۔ لان میں کوئی پچیس تیس کرسیاں موجود تھیں اور کچھ لوگ بھی ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مولانا کی ساتھ والی کرسی خالی تھی، میں نے سلام عرض کیا اور اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔ رسمی سی گفتگو ہوئی مولانا مودودی مجھ سے مخاطب ہوئے، کہاں سے آئے ہیں، کیا کرتے ہیں؟۔ ملاقات کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ آپ جیسے اہلِ فضل وکمال کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضری کا شوق ویسے ہی مستقل سبب ہے لیکن کچھ باتیں تو ہم بطورِ خاص آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں اس لیے حاضر ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا فرمائیے۔

میرا پہلا سوال تھا کہ حضرت آپ کی جماعت مکمل اسلامی معاشرے کے قیام کی داعی ہے اور اس سلسلے میں انتہائی منظّم طریقے سے کام کر رہی ہے۔ لیکن بعض لوگ آپ کی جماعت پر جو آپ ہی کی قیادت ورہنمائی میں مصروفِ کار ہے، اعتراض کرتے ہیں کہ منزل تو آپ کی اسلام ہے لیکن آپ ان جماعتوں سے بھی اشتراکِ عمل اور تعاون کر لیتے ہے جو سرے سے پا سیکولر نظریات کی مناد ہیں اور کھلم کھلا اشتراکیت سے متاثر بھی ہیں۔ آپ کی یہ پالیسی کہاں تک درست ہے؟ کیا اس سے آپ کے احیائے اسلام کی تحریک والے موقف کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے کا احساس نہیں ہوتا؟

مولانا کہنے لگے: ''جو لوگ ایسا سوچتے ہیں وہ غلط سوچتے ہیں۔ ہماری منزل اسلامی معاشرہ ہے لیکن ہم اسلامی معاشرے کے قیام سے پہلے جمہوریت کی بحالی کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔ اس لیے جمہوریت کی بحالی کے لیے ہمیں ان جماعتوں سے تعاون اسی طرح کرنا پڑتا ہے جس طرح اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ ہمارے ساتھ تعاون پر مجبور ہیں۔''

میں نے عرض کیا کہ پھر تو آپ کی جدّ وجہد دو محاذوں پر منقسم ہوگئی۔ کیا واقعی جمہوریت کے بغیر اس ملک کے

اندر اسلام کا نفاذ ممکن نہیں ہے۔ جواب تھا کہ میرے خیال میں تو ایسا ہی ہے ہم جب جمہوریت کی بحالی کے لیے کام کرتے ہیں تو ہم اس کو بھی اسلامی انقلاب یا احیائے اسلام کا ہی حصہ سمجھتے ہیں، ہم تو بیک وقت یہ دونوں کام کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ایک وقت میں تو ایک ہی کام ہوسکتا ہے۔ میں اس وقت آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں، دو رکعت نماز تو نہیں پڑھ رہا۔ پھر جمہوریت کی منزل یکسر مختلف ہے اور اسلام کی منزل بالکل برعکس اور مختلف۔ اس حقیقت کی موجودگی میں بیک وقت دونوں کام ایک تو نہیں ہوسکتے۔ میں نے مزید استفسار کیا کہ جن جماعتوں کو آپ ساتھ لے کر جمہوریت کی بحالی کی تحریک چلا رہے ہیں جب جمہوریت بحال ہو جائے گی تو کیا یہی جماعتیں آپ کا راستہ نہ روکیں گی؟

مولانا کا جواب تھا: ''یہ تو ہوگا۔ جمہوریت میں ہر ایک جماعت کو اپنی بات کہنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت ہم ان کی مخالفت کریں گے۔ اور ان کے مقابلے میں اپنی بات کہیں گے کہ اسلام ہی ہمارے مسائل کا واحد حل ہے۔''

میں نے کہا کہ جب آپ کے دل میں ہے کہ جمہوریت کی بحالی کے بعد ان کے ساتھ اختلاف ہوگا اور ان کے دل میں بھی یہی ہے تو پھر اس رفاقت کو، جو جمہوریت کی بحالی کے لیے اختیار کی گئی ہے، اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ اخلاص پر مبنی نہیں بلکہ صرف اقتدار پر قبضے کی ساجھے داری اور منافقت ہے تو آپ کیا فرمائیں گے؟

مولانا نے جواب دیا کہ: ''لوگ نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں انہیں کہنے دیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو پھر آپ ہی بتا دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

میں نے عرض کیا حضرت آپ ان جماعتوں اور ان لوگوں کو ساتھ لے کر کیوں نہیں چلتے جو صرف جمہوریت کی بحالی تک کے عارضی مقصد تک نہیں بلکہ اسلام کی منزل تک آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں تا کہ ان کے ساتھ مخالفت کا مرحلہ ہی نہ آئے اور آپ اپنی منزل تک پہنچ پائیں۔

مولانا کہنے لگے: ''وہ تمام جماعتیں اور وہ تمام لوگ تو مجھے ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں۔''

میں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ بات آپ کی کسی حد تک درست ہے۔ اس وقت مولانا غلام غوث ہزاروی آپ پر انتہائی سخت تنقید کر رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان کے گھر جا کر صرف یہ کہیں کہ بھائی مجھے آپ گالیاں دیتے رہو لیکن نفاذِ اسلام کے لیے میرے ساتھ چلو تو مولانا یا تو آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائیں گے یا پھر اپنا سب کچھ خطرے میں ڈال دیں گے۔ لیکن یہ کام آپ کے لیے بھی مشکل ہے کہ آپ کی شخصیت آپ کو ایسا کرنے کے راستے میں حائل ہے۔ یہ شخصیت جو بڑی محنت سے بنتی ہے آدمی کو ایسا کام کرنے سے روکتی ضرور ہے لیکن جو لوگ اپنی شخصیت کو اپنے مشن اور نصب

العین پر قربان کر دیتے ہیں وہی کچھ کر دکھاتے ہیں۔ میں نے مزید کہا کہ میرے پیرو مرشد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ نے سنہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ مقدس میں اپنی شخصیت کو اپنے مشن اور نصب العین پر قربان کر دیا تھا۔ وہ ہر ایک کے دروازے پر گئے اور اپنے دردِ دل کا نیازمندانہ اظہار کر کے پوری امت پاکستان کو اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ثابت کر دیا کہ ان کی شخصیت ان کے نصب العین سے بالا نہیں ہے۔ مولانا شخصیت تو ہوتی ہی اس لیے ہے کہ اسے مشن پر قربان کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص شخصیت بچالے اور مشن کو نقصان پہنچ جائے تو ایسی شخصیت کس کام کی۔

میں نے یہ سب کچھ کہہ دیا۔ مولانا میری اس ساری بات کو بڑے حوصلے اور تحمل کے ساتھ سنتے رہے۔ لیکن انہوں نے میری اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی اور ہم نماز ان کی امامت میں پڑھ کر واپس لوٹ آئے۔

آج جب میں اس گفتگو جو میرے اور مولانا مرحوم کے درمیان ہوئی پر غور کرتا ہوں تو میں خود حیران ہوتا ہوں کہ وہ ماحول ہی بڑا عجیب وغریب تھا۔ کوئی ہماری اس گفتگو میں شریک نہ ہوا۔ صرف میرے اور مولانا کے درمیان ہی مکالمہ ہوتا رہا، بڑے دھیمے انداز میں بڑے انہماک کے ساتھ مولانا نے میری گفتگو سنی اور پھر یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ اتنے بڑے آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ "پھر آپ بتائیں کہ میں کیا کروں" اور خدا نے مجھے یہ توفیق دی کہ میں اُن کی بھاری بھرکم حیثیت سے دبے بغیر کچھ حق کی بات کہہ سکا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ سے چنیوٹ میں ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے بھی کہا کہ اس ملک میں اس وقت تک اسلام کا نفاذ ممکن نہیں جب تک آپ مودودی صاحب کو ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا اور کہا: "ہم تو اُس کو ساتھ لے کر چلتے ہیں وہ پیچھے سے بھاگ جاتا ہے" اُن کا اشارہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت سے مودودی صاحب مرحوم کی عجیب وغریب علیحدگی کی طرف تھا۔ (جاری ہے)

حافظ عبید اللہ

مرزائی پاکٹ بک اور اس کا دجل وفریب

دوستو! مرزائی پادریوں کو (جنہیں مربی کہلانے کا شوق ہے) اور کچھ پڑھایا جاتا ہے یا نہیں لیکن مرزائی پاکٹ بک انہیں ضرور رٹائی جاتی ہے، اس کتاب کا مصنف ایک وکیل ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی ہے، جو ضلع گجرات کی مرزائی پارٹی کا سربراہ بھی رہا اور جسے مرزائی (کاغذی) خلیفے مرزا بشیر الدین محمود نے خالد احمدیت کا خطاب دیا (یعنی مرزائیت کا خالد بن ولید)، اسکی اس کتاب کو جسے میں ﴿لطیفوں کی کتاب﴾ کہتا ہوں مرزائی حضرات (زندہ جاوید تبلیغی کارنامہ) کہتے ہیں۔

یہ کتاب کیا ہے، دھوکوں اور دجل وفریب اور علمی خیانت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے، مرزائی پادریوں کو دھوکے بازی کے گُر سکھائے گئے ہیں، مثال کے طور پر پاکٹ بک کے دیباچے میں (ضروری ہدایات) کا عنوان قائم کرکے لکھا ہے ﴿**مخالفین احمدیت کے اکثر اعتراضات کی بنیاد حضرت مسیح موعود (یعنی نقلی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی) کی کتب کے بجائے سیرۃ المہدی اور دیگر ایسی کتب پر ہوتی ہے جو سیدنا مسیح موعود کی خود تحریر فرمودہ نہیں بلکہ دوسرے بزرگان اور احباب کی بیان کردہ روایات ہیں ان اعتراضات کو بھی پاکٹ بک ہذا میں نہیں لیا گیا کیونکہ مستند صرف حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات ہیں، انکے سوا جس قدر روایات ہیں ان میں غلطی کا امکان ہے**﴾ (پاکٹ بک، صفحہ ج)

آپ نے دیکھا کہ کتنی چالاکی سے مرزا غلام احمد کی کتابوں کے علاوہ تمام مرزائی کتابوں سے جان چھڑائی گئی، جس میں انکے (نام نہاد) مصلح موعود مرزا محمود اور (خود ساختہ) قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد ایم اے کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی کتاب میں کئی مقامات پر خود اسی مصنف نے مرزا قادیانی کی کتابوں میں بھی بہت سی عبارات کے بارے میں جنکا اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا لکھا ہے کہ مرزا جی بھول گئے، قلم کی غلطی ہوگئی، انبیاء سے بھی غلطی ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ، تو غلطی کا احتمال تو وہاں بھی قائم رہا۔

ہمیں تو بارہا اسکا تجربہ ہوا ہے شاید آپ میں سے بھی بہت سوں کو ہوا ہو کہ پہلے تو مرزائی پادری کبھی بھی مرزا غلام احمد کی تحریرات پر بات کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا، اور اگر چاروناچار تیار بھی ہو جائے تو آپ اسکے سامنے مرزا قادیانی کی جو بھی تحریر پیش کریں گے اسکا ایک ہی جواب دیگا کہ ﴿مولوی آدھی بات پیش کرتے ہیں، اس تحریر کے پچھلے صفحے بھی پڑھو، اس سے اگلے صفحے بھی دیکھو﴾ اور مقصد ہوتا ہے وقت کا ضیاع، اور اگر کوئی ہماری طرح کا سر پھرا دس صفحے اس حوالے سے پہلے والے اور دس صفحے بعد والے پڑھ بھی دے اور پھر بھی بات وہیں رہے تو پھر کہتے ہیں حضرت صاحب کی فلاں کتاب نکالو اور وہ بھی پڑھو، تم ہمارے حضرت جی کی آدھی بات پیش کرتے ہو اور جب زیادہ لاچار ہو جائیں تو یہودی صفت مولوی اور نہ جانے کیا کیا القاب بھی دیدیتے ہیں۔ مرزائی پادریوں کو یہ الٹا سبق بھی اسی ملک خادم گجراتی نے ہی

پڑھایا ہے، اس نے لکھا ہے ﴿ **یہ گر یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود کی جس کتاب کا معترض حوالہ دے اصل کتاب نکال کر اسکا سیاق وسباق دیکھ لینا چاہیے ان شاء اللہ وہیں اسکا جواب ہوگا** ﴾ (پاکٹ بک، صفحہ ج)، اس احمقانہ مشورے پر آج کے مرزائی پادری آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں اور جونہی مرزا کی کتاب کا کوئی حوالہ پیش کیا جاتا ہے بغیر سوچے ہی کہنے لگتے ہیں سیاق وسباق بھی پڑھو اور پھر جب وہاں کوئی جواب نہیں ملتا تو خفت اٹھاتے ہیں۔

پھر اسی دیباچے میں لکھتا ہے کہ ﴿ **پاکٹ بک ہذا میں جملہ حوالہ جات تحقیق اور صحت کے بعد درج کیے گئے ہیں سوائے اسکے کہ کسی جگہ سہو کتابت سے ہندسے میں کوئی فرق پڑ گیا ہو حوالہ جات نہایت صحیح ہیں یعنی جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں حتی الامکان مؤلف نے انکو دیکھ کر لکھا ہے** ﴾ (پاکٹ بک، صفحہ د)۔ (آپ آگے اس مرزائی محقق کی تحقیق کے کمالات ملاحظہ فرمائیں گے)

قارئین محترم! آیئے اب ہم اس کتاب سے کچھ لطیفے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں (اگرچہ اس کتاب میں جابجا کوئی نہ کوئی جھوٹ یا حوالوں میں خیانت دیکھی جاسکتی ہے، ہم یہاں صرف چند مثالیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں)۔

دوستو! دجال قادیان مرزا غلام احمد نے (جسے اپنے آپ کو رئیس قادیان کہلانے کا شوق تھا) اپنی کتابوں میں جابجا ایک چیلنج دیا تھا کہ ﴿ کسی **صحیح مرفوع متصل حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ عیسی آسمان سے نازل ہوگا** ﴾ (حقیقۃ الوحی، رخ 22 ص 47 وغیرہ)، جب علماء نے مرزا کے اس جھوٹ کے جواب میں وہ احادیث صحیحہ پیش کیں جنکے اندر حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے جن میں ایک صحیح، مرفوع اور متصل حدیث وہ بھی ہے جو امام بیہقی نے اپنی کتاب ﴿ **الاسماء والصفات** ﴾ میں اپنی پوری سند کے ساتھ روایت کی ہے جس کے اندر صاف طور پر **من السماء** کا لفظ ہے اور دجال قادیان کے اس چیلنج کو پاش پاش کیا تو (کھسیانی بلی کھمبا نوچے ﴾ کے محاورے کے مطابق پاکٹ بک والے دھوکے باز نے اسکے جواب میں جو دجل وفریب دینے کی کوشش کی یہاں ایک جھلک آپ کو دکھانا مقصود ہے۔ سب سے پہلے امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (384ھ- 458ھ) نے اس روایت کی جو سند ذکر کی ہے وہ پڑھ لیں: اخبرنا **ابوعبدالله الحافظ** انا **ابوبكر بن اسحاق** انا **احمد بن ابراهيم** ثنا ابن بكير حدثني الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولى ابي قتادة الانصاري قال ان ابا هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وامامكم منكم ﴾ ترجمہ: اس وقت تمہارا (مارے خوشی کے) کیا حال ہوگا جب مریم کے بیٹے (عیسی علیہ السلام) آسمان سے تمہارے اندر نازل ہوں گے اور اس وقت تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا (كتاب الاسماء والصفات، صفحه 301 مطبع انوار احمدی، اله آباد، سنه 1313هجری)۔

مرزائی پادری نے اسکے جواب میں چند باتیں لکھی ہیں، آیئے انکا جائزہ لیتے ہیں، اس نے اس روایت کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ ﴿ **اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد ہے جسکے متعلق لکھا ہے کان**

یدعی الحفظ وفیه بعض التساھل (لسان المیزان ،حرف المیم ،جلد 5 ص 59) کہ اس روای میں تساہل پایا جاتا ہے **پس من السماء کے الفاظ کا اضافہ بھی اس راوی کا تساہل ہے اصل حدیث کے الفاظ نہیں ہیں** ﴾ (مرزائی پاکٹ بک ،صفحہ 228)۔

دوستو! اس روایت کی سند میں کوئی بھی راوی نہیں جس کا نام ﴿**ابوبکر محمد بن اسحاق الناقد**﴾ ہو، بلکہ یہاں جو ﴿ابوبکر بن اسحاق﴾ ہیں، انکا نام **شیخ الاسلام امام احمد بن اسحاق بن ایوب النیسابوری الصبغی الشافعی** ہے (جو امام حاکم نیشاپوری مصنف **المستدرک علی الصحیحین** کے استاد ہیں اور امام بیہقی کی اس سند میں پہلے راوی ابوعبداللہ الحافظ سے مراد امام حاکم ہی ہیں) یہ امام احمد بن اسحاق اپنے زمانے کے امام ،فقیہ، عالم اور عابد تھے، سنہ 258ھ میں پیدا ہوے اور 342ھ میں انکی وفات ہوئی، امام ذہبی نے ﴿سیر اعلام النبلاء﴾ میں انکا مفصل ترجمہ ذکر کیا ہے (سیر اعلام النبلاء، ج15 صفحات 483 تا 489 طبع مؤسسة الرساله بیروت)

لیکن پاکٹ بک والے دھوکے باز نے انہیں (ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد) بنادیا اور اس پر یہ پنکچر بھی لگادیا کہ اس روایت میں **من السماء** کا لفظ اسکا تساہل ہے۔ جو کہ سراسر علمی خیانت اور دھوکہ ہے جس میں مرزائی پادری شہرت رکھتے ہیں۔

اسی طرح پاکٹ بک میں آگے لکھا ہے ﴿**اسی طرح اس روایت کا ایک اور راوی احمد بن ابراہیم بھی ضعیف ہے دیکھو لسان المیزان ج1**﴾ (مرزائی پاکٹ بک ،صفحہ 228)، یہاں بھی انتہائی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اس روایت میں جو احمد بن ابراہیم ہیں وہ ﴿**الشیخ المحدث المتقن ابوعبدالله احمد بن ابراھیم ابن ملحان البلخی ثم البغدادی**﴾ ہیں، یہ امام یحیٰ بن بکیر کے ساتھی تھے انکی وفات سنہ 290 ہجری میں ہوئی۔ (دیکھیں سیر اعلام النبلاء، جلد 13 صفحہ 533)۔ نہ جانے مرزائی پادری جی نے کس احمد بن ابراہیم کا ذکر کر کے ضعیف ہونے کا فتویٰ لگادیا ہے؟، لسان المیزان میں تو احمد بن ابراہیم نام کے تقریباً 20 راویوں کا ذکر ہے، پاکٹ بک والے ﴿محقق﴾ نے کس کا ذکر کیا ہے اسے بھی نہیں پتہ۔ اسی صفحے پر لکھتا ہے ﴿**علاوہ ازیں اس روایت کا راوی یحیٰ بن عبداللہ ہے اسکے متعلق لکھا ہے قال ابو حاتم لا یحتج به، وقال النسائی ضعیف لیس بثقة ، قال یحی لیس بشيء، تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال**﴾، دوستو! امام بیہقی کی سند میں کوئی بھی راوی یحیٰ بن عبداللہ نام کا نہیں ہے یہ پاکٹ بک والے پادری کا صریح جھوٹ ہے۔

اب آگے دیکھیے کیا لکھتا ہے ﴿**اس روایت کا ایک راوی یونس بن یزید بھی ضعیف ہے، یہ روایت یونس بن یزید نے ابن شہاب زہری سے لی ہے اور اسکے متعلق لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ یونس کی ان روایات میں جو اس نے زہری سے روایت کی ہیں منکرات ہیں، ابن سعد کہتے ہیں کہ یونس حجت نہیں ہے، اور وکیع کہتے ہیں کا اسکا حافظہ خراب تھا، اسکے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ کبھی کبھی تدلیس سے کام لیا کرتا تھا۔ بحوالہ تہذیب والتہذیب**

ومیزان الاعتدال، پس اس روایت میں من السماء کے الفاظ کی ایزادبھی اسکے حافظے کی غلطی یا تدلیس کا نتیجہ ہوسکتی ہے ﴾ (مرزائی پاکٹ بک،صفحہ 228)۔

دوستو! یہ یونس بن یزید صحیح بخاری کے راوی ہیں اورامام بخاری نے جومشہور حدیث روایت کی ہے ﴿ **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم** ﴾ جس سے مرزاغلام احمداوراسکے امتی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آنے والے ابن مریم نے اسی امت میں پیدا ہونا تھا اوربیہقی کی روایت میں من السماء کے لفظ کو غلط ثابت کرنے کے لئے بخاری کی اسی روایت کا سہارا لیا جاتا ہے وہ روایت بھی انہی یونس بن یزید نے انہی ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے، لیکن یہاں بیہقی کی روایت کوضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مرزائی پادری نے بخاری کی اس روایت کوبھی ناقابل اعتبار ثابت کردیا جووہ اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، بخاری کی اسی روایت کولے کرمرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھوامام بخاری نے اپنی روایت میں ﴿ **من السماء** ﴾ کے الفاظ روایت نہیں کیے لہذا ثابت ہوا کہ بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ بعد میں اضافہ کردے گئے۔اب اگر میں کہوں کہ بخاری کی روایت میں یونس بن یزید حافظے کی خرابی کی وجہ سے ﴿ **من السماء** ﴾ کے لفظ بھول گئے جوانہوں نے بیہقی کی روایت میں یادآنے پر بیان کردیے تو مرزائی پادریوں کوکوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ (**واضح رہے کہ یونس بن یزید صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی ہیں انکی توثیق بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں**)،خوداس پاکٹ بک والے کا یہ حال ہے کہ ایک روای ہے ﴿ **ابراهیم بن عثمان ابوشیبه العبسی** ﴾ اسکی بیان کردہ کردہ ایک روایت اس نے ذکر کی ہے جس میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا ﴿ **لو عاش لکان صدیقاً نبیاً** ﴾ اگر یہ زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے،اس سے مرزائی پادری اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں،اس راوی ابراہیم بن عثمان کوتقریباً تمام ائمہ نے ضعیف،منکرالحدیث، متروک الحدیث اور مذموم کہا ہے(دیکھیں **تھذیب التھذیب، جلد 1 صفحہ 76 وما بعد، طبع مؤسسة الرسالة بیروت**)،لیکن اس مرزائی پادری نے اس راوی کوثقہ ثابت کرنے کے لئے لکھا ﴿ **کسی کے محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے درحقیقت وہ راوی ناقابل اعتبار نہیں ہوجاتا جب تک اسکی تضعیف کی کوئی معقول وجہ نہ ہوکیونکہ اس میں اختلاف یسیر موجود ہے**......الی آخرالکلام ﴾ (پاکٹ بک،صفحہ 270)،آپ نے دیکھا کہ جہاں حدیث اسکے خلاف آگئی وہاں اس نے بخاری ومسلم کے راوی کوضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی، اور جہاں اسکی پیش کردہ روایت ضعیف ثابت ہوگئی وہاں نیا قانون بنالیا۔بہرحال ہم آتے ہیں واپس امام بیہقی کی روایت کی طرف،آگے پاکٹ بک والے دھوکے باز نے ایک صریح جھوٹ بولا ہے،لکھتا ہے ﴿ **بیہقی کا قلمی نسخہ پہلی مرتبہ 1328 ہجری میں چھپا ہے یعنی حضرت مسیح موعود (مراداسکی ہے مرزاغلام احمد) کے دعوی بلکہ وفات کے بعد اس لئے مولویوں نے اس میں من السماء کالفظ اپنے پاس سے ازراہ تحریف اورالحاق زائد کردیا ہے، چنانچہ اسکا ثبوت یہ ہے کہ امام سیوطی نے بیہقی سے اس حدیث کونقل کیا ہے مگراس میں من السماء کالفظ نہیں، چنانچہ وہ اپنی تفسیر درمنثور میں اس حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں واخرج احمد**

والبخاری والمسلم والبیھقی فی الاسماء والصفات قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم ،امام مذکورکا باوجود اس محولہ بالا روایت کو دیکھنے کی من السماء چھوڑ دینا بتاتا ہے کہ حدیث کا حصہ نہیں ﴾ (پاکٹ بک ،صفحہ 228-229)۔

دوستو! امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات اور کہیں طبع ہوئی یا نہیں لیکن ہندوستان کے شہر الہ آباد کے مطبع انوار احمدی سے مرزا کی موت سے تقریباً 13 سال پہلے سنہ 1313 ہجری میں طبع ہو چکی تھی اس لئے پاکٹ والے کا یہ لکھنا کہ یہ کتاب پہلی بار 1328 ہجری میں طبع ہوئی صریح جھوٹ ہے۔ یادرہے کہ مرزا غلام احمد نے حقیقۃ الوحی سنہ 1313 ہجری کے بعد لکھی جس میں اس نے یہ چیلنج لکھا کہ کسی صحیح مرفوع متصل حدیث میں عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر نہیں جبکہ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات ہندوستان میں اس سے پہلے طبع ہو چکی تھی (لیکن شاید ٹیچی نے مرزا کو بتانا مناسب نہ سمجھا)۔

جہاں تک تعلق ہے کہ امام جلال الدین سیوطی نے (جو امام بیہقی کی وفات کے تقریباً چار سو سال بعد پیدا ہوئے) یہ روایت اپنی تفسیر میں بحوالہ مسند احمد و بخاری ومسلم اور امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات کے حوالے سے ذکر کی ہے اور اس میں من السماء کا ذکر نہیں لہذا یہ دلیل ہے کہ بیہقی کی کتاب میں یہ لفظ بعد میں ڈال دیا گیا، یہ مرزائی پادری کی جہالت کی دلیل ہے کیونکہ کتب حدیث اور دوسری کتابوں میں بے شمار مقامات پر مصنفین کوئی روایت ذکر کرتے ہیں اور حوالہ بہت سی کتابوں کا دیتے ہیں جبکہ ان کتابوں میں اس روایت کے الفاظ میں قدرے اختلاف بھی ہوتا ہے، کئی بار مصنف کو کسی ایک محدث کے ساتھ (واللفظ لہ) بھی لکھنا پڑتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ میں نے جو الفاظ نقل کیے ہیں بعینہ یہی الفاظ فلاں کتاب کے ہیں باقی کتابوں میں الفاظ قدرے مختلف ہیں (ہاں روایت کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے)، خود امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں کئی دوسری روایات ایسی موجود ہیں جس میں وہ لکھتے ہیں کہ (رواہ البخاری ومسلم) لیکن بخاری میں اس روایت کے الفاظ قدرے مختلف ہوتے ہیں اور مسلم میں اس سے بھی مختلف، اسی طرح امام سیوطی نے جب یہ روایت بیان کی اور انہوں نے چار کتابوں کا حوالہ دیا، لہذا انہوں نے صرف انہی الفاظ کے بیان کرنے پر اکتفا کیا جو چاروں کتابوں میں ایک جیسے ہیں، اس سے یہ ثابت کرنا کہ امام بیہقی نے یہ الفاظ روایت نہیں کیے احمقانہ بات ہے اور نہ ہی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی کے شاگرد یا ہم عصر ہیں کہ انکی بات سے یہ مطلب لیا جائے، ایسے تو مرزا غلام احمد نے صحیح بخاری کے حوالے سے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں جو آج تک صحیح بخاری سے کوئی مرزائی پادری نہیں دکھا سکا تو کیا مرزا کے کہنے پر یہ کہنا عقل مندی ہوگی کہ صحیح بخاری میں یہ روایت ﴿**ھذا خلیفۃ اللہ المھدی**﴾ موجود تھی بعد میں مولویوں نے نکال دی؟؟ امام سیوطی ہوں یا امام بخاری ومسلم رحمہم اللہ ان میں سے کسی کے ذہن میں بھی حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام کے نزول کا مفہوم وہ نہ تھا جو مرزا قادیانی نے ایجاد کیا۔ ان سب کے نزدیک اسکا مفہوم آسمان سے نازل ہونا ہے تھا۔

ایک اہم روایت: یہاں ہمارا موضوع تو صرف مرزائی پاکٹ بک کی علمی خیانتیں اور دھوکے بازیاں بیان کرنا ہے،

لیکن جب ان احادیث کی بات چلی ہے جنکے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے تو میں نے مناسب سمجھا کہ قارئین کے لئے ایک ایسی ہی صحیح ترین روایت پیش کردوں جو دوران مطالعہ مجھے ملی اور عام طور پر اس ضمن میں ہمارے علماء کی طرف سے اسے پیش نہیں کیا جاتا، یہ روایت حافظ ابوبکر احمد بن عمرو البزار (م292ھ) نے اپنی مسند ﴿البحر الذخار المعروف به مسند البزار ﴾ میں روایت کی ہے جسکی سند یہ مذکور ہے ﴿**حدثنا علی بن منذر ،حدثنا محمد بن فضیل عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن ابی هریرة ، قال سمعتُ من ابی القاسم الصادق المصدوق یقول : یخرج الاعور الدجال مسیح الضلالة قبل المشرق فی زمن اختلاف من الناس وفرقة فیبلغ ما شاء الله ان یبلغ من الارض فی اربعین یوماً ، والله اعلم ما مقدارها فیلقی المؤمنون شدة شدیدة، ثم ینزل عیسی بن مریم من السماء...... الی آخر الحدیث** ﴾(مسند البزار، ج 17،صفحه 96،حدیث نمبر 9642،طبع مکتبةالعلوم والحکم، المدینة المنورة)،حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابوالقاسم صادق ومصدوق ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ مسیح ضلالۃ کانا دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا اس وقت لوگوں کے درمیان اختلاف وافتراق ہوگا، پس وہ چالیس دنوں میں جہاں تک اللہ چاہے گا وہاں پہنچے گا، اس وقت مومنوں پر سخت حالات ہوں گے پھر عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) آسمان سے نازل ہوں گے۔

اس روایت کے راویوں میں پہلے راوی علی بن منذر کے علاوہ باقی تمام بخاری ومسلم کے راوی ہیں، اور علی بن منذر سے بھی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور کسی سے ان پر کسی قسم کی جرح مذکور نہیں، محمد بن فضیل سے امام بخاری نے 18 کے قریب روایات لی ہیں بلکہ اپنی صحیح بخاری کا اختتام جس روایت پر کیا ہے جس میں ﴿**سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم**﴾ کی فضیلت کا بیان ہے وہ بھی انہی محمد بن فضیل کے واسطے سے ہے، نیز محمد بن فضیل سے امام مسلم نے 28 کے قریب روایات لی ہیں، عاصم بن کلیب سے امام مسلم نے 6 کے قریب روایات لی ہیں، امام ترمذی وحاکم نے بھی ان سے روایات لی ہیں اور ان روایات کو صحیح بھی کہا ہے۔ امام بخاری نے عاصم بن کلیب سے روایت تو ذکر نہیں کی لیکن ﴿باب لبس القسی﴾ میں ان سے استشہاد کیا ہے، نیز تقریباً تمام ائمہ جرح وتعدیل نے ان دونوں محمد بن فضیل اور عاصم بن کلیب کی توثیق کی ہے (ابن جوزی وغیرہ نے عاصم بن کلیب کے بارے میں ابن المدینی کا ایک قول بغیر کسی سند کے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ عاصم بن کلیب جب منفرد ہوں تو وہ قابل احتجاج نہیں، بعض نے اس میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ابن المدینی نے یہ بات العلل الکبیر میں کہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن الجوزی کو سہو ہوا ہے مصادر قدیمہ میں کہیں بھی ابن المدینی کی ایسی کوئی بات مذکور نہیں اور نہ ہی علل ابن المدینی میں ایسی کوئی بات ہے جبکہ دوسری طرف یحیٰ بن معین، نسائی، ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن حبان، ابن سعد، عجلی، مزی، ابوداود، ابن شاہین، ابن حجر جیسے ائمہ نے انہیں ثقہ کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے بھی کہا ہے کہ انکی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں

(بحوالہ تہذیب التہذیب، الجرح والتعدیل، تہذیب الکمال وغیرہ)، یہ وضاحت میں نے اس لئے پیش کردی کہ مرزائی پادری اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے ابن المدینی کی طرف غلط طور پر منسوب یہ قول پیش کرتے ہیں) اس روایت کے اگلے راوی عاصم بن کلیب کے والد ﴿کلیب بن شھاب﴾ ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں کسی نے ان پر جرح نہیں کی بلکہ ابن مندہ، ابونعیم اور ابن عبدالبر نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے (بحوالہ تہذیب التہذیب)، اس طرح مسند بزار کی یہ روایت مرزا قادیانی کے کذاب ہونے پر ایسی مہر ہے جسے دنیا کا کوئی مرزائی پادری نہیں توڑ سکتا۔

دوستو! آیئے آگے چلتے ہیں، ایک مشہور حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں تیس کے قریب بڑے جھوٹوں کے بارے میں خبر دی جو نبوت کا دعوی بھی کریں گے، یہ حدیث الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داود اور مستدرک حاکم وغیرہ میں مختلف سندوں سے مروی ہے، پاکٹ بک والے مرزائی پادری نے پہلے تو اس حدیث کے مفہوم میں باطل تاویلات کرکے اسکا مفہوم بدلنے کی کوشش کی مثال کے طور پر یہ لکھا کہ اس حدیث میں جھوٹے مدعیان نبوت کی تعداد تیس بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انکے علاوہ کچھ سچے بھی ہونگے وغیرہ (چونکہ یہاں ہمارا مقصد اس حدیث پر بحث کرنا نہیں ورنہ ہم اس حدیث کے ہر راوی پر مفصل گفتگو کرکے تمام مرزائی شکوک وشبہات کا پوسٹ مارٹم کرتے)، جب مرزائی پادری کی دال نہ گلی تو اس نے بخاری ومسلم کی اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، اور جامع ترمذی وغیرہ کی روایت کے بارے میں جو کہ آنحضرت ﷺ کے خادم اور صحابی حضرت ثوبان بن بُجد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ الفاظ لکھے ﴿**تیس دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اسکی اسناد میں ابوقلابہ اور ثوبان دو راوی نا قابل اعتبار ہیں**............(آگے لکھا)......**ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ یتکلمون فیہ یعنی اس راوی کی صحت میں کلام ہے، میزان الاعتدال، حیدر آباد جلد 1 صفحہ 172**﴾ دوستو! آپ نے دیکھا کس طرح یہ مرزائی دھوکے باز ایک صحابی رسول ﷺ کے بارے میں لکھ رہا ہے کہ نا قابل اعتبار ہیں، اور اس نے دجل یہ کیا کہ میزان الاعتدال سے جس ثوبان کے بارے میں امام ازدی کی بات نقل کی وہ صحابی رسول حضرت ثوبان بُجد نہیں (جنکی یہ روایت ہے) بلکہ وہ کسی ﴿ثوبان بن سعید﴾ کے بارے میں ہے، میزان الاعتدال کے الفاظ ہیں ﴿**ثوبان بن سعید، قال الازدی یتکلمون فیہ**﴾ (میزان الاعتدال، ج 1 ص 346، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)، لیکن اس مرزائی پادری نے یہ بات صحابی رسول پر لگادی، حضرت ثوبان بن بُجد رضی اللہ عنہ کے تعارف کے لئے ابن اثیر کی **اسد الغابة فی معرفة الصحابہ، ج 1 صفحہ 480 طبع دار الکتب العلمیة بیروت** اور حافظ ابن حجر کی **تھذیب التھذیب، جلد 1 صفحہ 276 طبع مؤسسة الرسالة** وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوستو! اسی طرح مشہور صحیح حدیث ہے ﴿**ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی**﴾ بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی، (یہ روایت مسند احمد، جامع ترمذی، مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ہے، اس روایت کو امام ترمذی نے صحیح، امام

حاکم نے امام مسلم کی شرط پر صحیح لکھا ہے، امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں امام حاکم کی موافقت کی ہے)، یہ روایت چونکہ مرزائی عقیدے کو جڑ سے کاٹتی ہے اس لئے اسے ضعیف ثابت کرنے کے لئے پاکٹ بک والے دھوکے باز نے بہت زور لگایا ہے اور اسی کوشش میں ایک بار پھر ایک راوی کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اسکے کسی اور ہم نام کا حوالہ دیا ہے، امام ترمذی نے اس روایت کی سندیوں بیان کی ہے ﴿**حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی قال حدثنا عفان بن مسلم قال حدثنا عبدالواحد بن زیاد قال حدثنا المختار بن فُلفُل قال حدثنا انس بن مالک ...... الی آخر الحدیث** ﴾ یہ تمام راوی ثقہ ہیں ان میں سے کوئی بھی ضعیف نہیں، لیکن پاکٹ بک والے نے بیک جنبش قلم لکھ دیا کہ **اس روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام راوی ضعیف ہیں** (پاکٹ بک، صفحہ 319) شاید یہاں اسے انس نام کا کوئی دوسرا راوی نہیں ملا ورنہ انہیں بھی ضعیف لکھ دیتا، بہر حال آگے لکھتا ہے ﴿**حسن بن الزعفرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں ضعفہ ابن قانع وقال الدار قطنی قد تکلموا فیه** (میزان الاعتدال جلد 1 صفحہ 241) **یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ ضعیف تھا، دار قطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت میں کلام ہے، ابن عدی کہتے ہیں کہ اس راوی نے ایسی احادیث کی روایات کی ہیں جن کا میں نے انکار کیا** ﴾ (پاکٹ بک، صفحہ 319)۔

آپ نے دیکھا کہ مرزائی پادری نے حسن بن محمد الزعفرانی کے متعلق میزان الاعتدال سے کیا پیش کیا، آیئے دیکھتے ہیں میزان الاعتدال میں یہ باتیں کس کے بارے میں لکھی ہیں، امام ذہبی کے الفاظ یہ ہیں ﴿**الحسن بن محمد العنبر ابو علی الوشاء، بغدادی معروف ......ضعفه ابن قانع وقال الدار قطنی تکلموا فیه من جهة سماعه وقال ابن عدی حدّث باحادیث انکرتها علیه......** ﴾ (میزان الاعتدال، جلد 1صفحہ 475، دار الرسالة العالمیة) یہاں جس راوی کا ذکر ہے وہ حسن بن محمد الزعفرانی نہیں بلکہ حسن بن محمد بن العنبر ابو علی الوشاء ہے، چونکہ اسکا اور اسکے والد کا نام اور کنیت حسن بن محمد زعفرانی سے ملتی جلتی تھی اس لئے مرزائی پادری نے یہاں بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی، حسن الزعفرانی کا نام ہے ﴿الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی ابو علی البغدادی ﴾، اسے نہ ابن قانع نے ضعیف کہا ہے اور نہ دار قطنی نے کچھ کہا ہے اور نہ ابن عدی نے کوئی بات کی ہے بلکہ امام عقیلی نے تو صاف فرما دیا کہ اس کے صحت کے بارے میں کسی نے کلام ہی نہیں کیا (دیکھیں تہذیب التہذیب، جلد 1 صفحہ 413، مؤسسۃ الرسالۃ)۔ تو یہ تھا ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی کا ایک اور دھوکہ۔

دوستو! مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاں قرآن وحدیث پر اور بہت سے جھوٹ بولے وہیں ایک جھوٹ یہ بھی بولا کہ ﴿**مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالی سے لڑائی کرنے والے ٹھریں گے** ﴾ (ریویو آف ریلیجنز، ستمبر 1907، صفحہ 365)، ایسا کوئی فرمان رسول ﷺ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے، بلکہ صحیح حدیث میں اسکے خلاف آیا ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام جانے کے لئے نکلے تو مقام سرغ پر آپ کو اطلاع ملی کہ ملک شام میں (طاعون) کی وبا پھیل گئی

ہے تو آپ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ﴿**اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه واذا وقع بأرض وانتم بها فلا تخرجوا فراراً منه**﴾ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں یہ وبا آئی ہے تو اس جگہ نہ جاؤ، اور اگر تم کسی جگہ ہو اور وہاں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے فرار ہو کر نہ نکلو **(صحیح بخاری حدیث نمبر 5730 ، باب ما یُذکر فی الطاعون)۔**

لیکن پاکٹ بک والے مرزائی پادری نے مرزا غلام احمد کی جھوٹی حدیث کا دفاع کیا ہے، اس نے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ یہ واقعی حدیث ہے، اور لکھا ہے ﴿**یاایها الناس ان هذا الطاعون رجس فتفرقوا عنه فی الشعاب** ،اے لوگو! یہ طاعون نہایت خبیث ہے پس تم گھاٹیوں اور میدانوں میں پھیل جاؤ (قول عمرو بن عبسہ، کنز العمال جلد 2 صفحہ 224)﴾ (پاکٹ بک، صفحہ 534)، آپ نے دیکھا کہ مرزا غلام احمد نے لکھا تھا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، اور مرزا کا امتی مرزا کی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے عمرو بن عبسہ کا قول پیش کر رہا ہے، اور یہی نہیں کنز العمال کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ روایت بھی پوری نقل نہ کی کیونکہ مرزا یہاں بھی ذلیل ہوتا، آیئے ہم نقل کرتے ہیں ﴿**شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ جب حضرت معاذ کا انتقال ہوا تو عمرو بن عبسہ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اے لوگو یہ طاعون گندگی ہے تم (اس سے بچنے کے لئے) گھاٹیوں میں پھیل جاؤ، یہ بات سن کر شرحبیل بن حسنہ کھڑے ہوگئے اور کہا: والله لقد اسلمتُ وان امیر کم هذا اضل من جمل اهله فانظروا ماذا یقول ، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا وقع بارض فانتم فیها فلا تهربوا فان الموت فی اعناقکم ...... الی آخر الحدیث ، اے لوگو! میں مسلمان ہوں اور تمہارا یہ امیر (یعنی عمرو بن عبسہ) گمراہ ہوگیا ہے، دیکھو کیا کہہ رہا ہے، جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ جب یہ (طاعون) کسی جگہ پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگو مت کیونکہ موت تو تمہاری گردنوں میں ہے**﴾ (کنز العمال: جلد 4 صفحہ 604، روایت نمبر 11757)، آپ نے دیکھا کہ اسی روایت میں ہے کہ شرحبیل بن حسنہ نے عمرو بن عبسہ کی بات کو غلط بتایا اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سے اسکی تردید کر دی لیکن مرزائی پادری نے اگلی بات نقل نہ کی، نیز عمرو بن عبسہ کی بات کسی صورت اللہ کے رسول ﷺ کی بات نہیں اور مرزا نے تو صاف طور پر لکھا کہ یہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، کیا پاکٹ بک والے کے نزدیک عمرو بن عبسہ رسول اللہ ﷺ کا نام ہے؟

دوستو! یہ صرف نمونے کے طور پر ہم نے چند مثالیں پیش کیں ورنہ مرزائی پاکٹ بک جو کہ ہر مرزائی پادری کا سرمایہ ہے اس میں جا بجا ایسے دھوکے اور فریب آپ کو ملیں گے اور مرزائی پادری ہر جگہ اسی لطیفوں کی کتاب سے جوابات نقل کرتے ہیں ان بیچاروں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ملک خادم گجراتی انہیں اُلو بنا گیا ہے اور ذلیل ہونے کے لئے انہیں چھوڑ گیا ہے۔

❁ ❁ ❁

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

● کتاب: فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے رجحانات مؤلف: پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ

ضخامت: ۱۸۰ صفحات ناشر: ایوانِ علم وادب پاکستان۔ کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد سندھ

اُمّتِ مسلمہ نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز اُمّت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں اس اُمّت میں ہمیشہ ایک گروہ حق کی اس روشنی سے مستنیر رہے گا جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اس گروہ کو مخالفت کرنے والوں کی مخالفت سے اور ساتھ چھوڑ دینے والوں کے ساتھ چھوڑ دینے سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔

اس کامیاب و کامران جماعت کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں اہل السنّت والجماعت کہتے ہیں۔ یہی وہ العروۃ الوثقی اور حبل اللہ ہے جس کے ساتھ تمسّک اور وابستگی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں نجاتِ اخروی کا اکلوتا راستہ ہیں۔

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ ملک کے معروف ماہرِ تعلیم اور اہلِ قلم ہیں۔ تاریخ اسلام کا سیاسی مطالعہ ان کا خصوصی ذوق ہے۔ درسیاتی تاریخی کتابوں کے مقبول عام موضوع اسبابِ زوالِ اُمّت (بروزن: اسبابِ زوالِ سلطنت مغلیہ، اسبابِ زوال روم وغیرہ وغیرہ) سے انہیں خصوصی دلچسپی ہے۔ اور اس موضوع پر وہ صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ان کی تازہ تحقیق و تالیف ہے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے، اس کتاب میں اُمّت مُسلمہ کے تناظر میں فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے رجحانات کا تاریخی مطالعہ کر کے اس کے حل کو تجویز کیا گیا ہے۔

محترم پروفیسر صاحب کی نیت و عمل سے پوری خوش گمانی اور ظنِ خیر کے باوجود ایک خالی الذہن قاری اس کتاب سے کسی قدر منفی تأثرات اخذ کرتا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اُمّتِ مُسلمہ کے تناظر میں اہلِ اسلام کی بنیادی تقسیم دو ہی گروہوں میں ہے۔ متبعین اور مبتدعین۔ ہم فاضل مؤلف کو ماشاء اللہ اہلِ اتباع میں سے سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی صاحب اس کتاب کی عبارتوں سے مبتدعہ کی تائید نکالنا چاہیں تو انہیں کسی دقّت کا سامنا نہیں ہوگا۔

۲۔ یہ کتاب قاری کو بتاتی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی خرابی تفرقہ اور گروہ بندی ہے۔ اور اسی خرابی کو دور کرنے کے

لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ یہی اُمّتِ مُسلمہ کا بحیثیت مجموعی سب سے بڑا جرم ہے جو اہلِ اسلام کے ادبار و زوال کا بنیادی اور مرکزی سبب ہے۔ عبارت آرائی کی پوری خوبصورتی کے باوجود، مقصدِ بعثتِ انبیاء کی یہ تخریج پروفیسر صاحب کے اپنے ذہنِ رسا کا نتیجہ ہے اور اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا خاصا مشکل ہے۔

۳۔ اسبابِ زوال کے تعین سے پہلے ''نفسِ عروج و زوال'' کے تصورات کی توضیح نہایت ضروری ہے۔ جہاں یہ سوال اہم ہے کہ زوال کیوں ہوتا ہے وہاں اس سے کہیں بڑھ کر اہم یہ ہے کہ زوال کہتے کس کو ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اس اہم تر اور بنیادی نوعیت کے سوال کے بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتی۔

۴۔ زیرِ نظر کتاب میں بار بار ایک خیال کو عبارت بدل بدل کر ادا کیا گیا ہے کہ کفر کی نظر میں اسلام سے وابستہ تمام فرقے برابر ہیں اور کفر کی یلغار اہلِ اسلام کے فرقوں کے لیے مختلف نہیں ہے۔ بزمِ خیال کا یہ جامِ جہاں نما ہزار دل کش سہی، عالمِ واقعی میں یہ ہے کہ طاغوتِ اکبر امریکہ کے اُمّت کے خلاف کھولے گئے سب محاذوں پر اس کا حلیف فرقہ اور باقی اُمّت بالکل علیحدہ علیحدہ ممتاز اور نمایاں ہیں۔ وہ عراق ہو یا افغانستان، لبنان و فلسطین و شام ہوں یا افریقہ کے ممالک ہر جگہ ایک فرقہ باقی امت سے مختلف صف آرا ہے۔ ایران امریکہ معاہدے کے بعد تو یہ حقیقت مزید برہنہ ہو چکی ہے۔

۵۔ اگر زوال کا واحد اور اکلوتا سبب فرقہ واریت اور تفرقہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُمّت عثمانی خلافت کے سقوط تک اپنے عروج پر متمکن رہی جب کہ خود اس کتاب میں موجود واقعات کی روشنی میں اُمّت کبھی بھی فرقہ واریت اور تفرقہ سے خالی نہیں ہوئی۔ نیز یہ کہ وہ اقوام جو فاضل مؤلف کے الفاظ میں ''ناقوسِ لمن الملک'' بجا رہی ہیں اور تاجِ امامت سر پر سجائے ہوئے ہیں، کیا وہ آپس کے اختلافات اور تفرقے ختم کر چکی ہیں؟ پروفیسر صاحب محترم نے تاریخِ اسلام کے ایم اے کے دوران اسلامی تاریخ میں اختلاف کے بہت سے واقعات پڑھ رکھے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ان ناقوس سرا اقوام کی تاریخ کے ماضی و حال کے اختلافات پر اور تفرقوں پر بھی مطالعہ فرما لیں ان شاء اللہ اسلامی تاریخ کے بارے میں اُن کا تاثر اگر یکسر تبدیل نا بھی ہوا تو اُس کا عنوان ضرور بدل جائے گا۔

۶۔ اس کتاب کو پڑھ جایئے، آپ کو احساس ہو گا کہ فاضل مؤلف اپنی نیک نیتی اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں جسے ''باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اب ستم یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں نہ تو باغبان راضی ہوتا ہے نہ ہی صیاّد ذوقِ شکار ترک کرنے پہ آمادہ ہوتا ہے۔

۷۔ فرقہ واریت اور انتہا پسندی کی تاریخ اور اسباب اور حل جیسے اہم موضوعات پر ایک مؤقر کتاب کا مصنف ''فرقہ واریت'' کی بنیادی اصطلاح کے بارے میں ابہام کا شکار نظر آتا ہے۔ کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹ پر انبیاء کی اُمّتوں (یہودی،

عیسائی) کوفرقے قرار دیا گیا ہے۔صفحہ ۱۴۲ پر فقہی اختلافات کو بھی فرقہ واریت سمجھا گیا ہے۔صفحہ ۷۶،۷۷ پر قومی، لسانی اور سیاسی فرقہ واریت کی مثالیں بھی مندرج ہیں۔جب کہ پوری کتاب کا تاثر یہ ہے کہ ''فرقہ واریت'' کی اصطلاح بنیادی طور پر مذہبی پس منظر رکھتی ہے۔

۸۔ فاضل مؤلف اجتہادی شان رکھتے ہیں اسی وجہ سے سے اختلافِ اُمّت مُسلمہ کے حوالے سے بہت سی بنیادی کتن ان کی کتاب کے مآخذ نہیں بن سکیں۔دور کیوں جایئے، صرف اردو زبان میں اختلافِ اُمّت مُسلمہ کی دومشہور کتابیں ا۔اختلافِ اُمّت اور صراطِ مستقیم، از مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ۲۔الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست) از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ اس کتاب میں موجود نہیں، نہ فاضل مؤلف نے ان کتابوں کی فہرست میں ان کا نام ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔

اسی طرح مدینہ منوّرہ میں مقیم معروف شامی محدث شیخ محمد عوّامہ کی دوشہرۂ آفاق کتابیں ا۔ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین اور ۲۔اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الفقہاء، بھی فاضل مؤلف کے مطالعے کی مستحق ہیں۔جو بہت حوالوں سے زیرِ نظر موضوع پر ابہامات کو دور کر کے فہمِ صحیح تک رہنمائی کرتی ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فاضل مؤلف کے دردِ دل اور خلوصِ نیت کو قبول فرما کر انہیں اپنی بات کو صحیح کرنے اور صحیح طریقے سے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو دنیا و آخرت میں ہمارے اور ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔آمین

● **کتاب: علماء اہل حدیث کا ذوق تصوف مرتب: حکیم طارق محمود چغتائی**

ضخامت: 2600 قیمت: 2100

ناشر : مرکز روحانیت وامن، عبقری اسٹریٹ نزد قرطبہ مزنگ لاہور (مبصر: مولوی اخلاق احمد)

عام طور پر مسلکِ اہل حدیث سے وابستہ افراد کو تصوف اور روحانیت سے نابلد کہہ کر علم تزکیۂ نفس کا مخالف بتایا جاتا ہے یہ بات حقیقت سے بالکل مختلف ہے۔غزنوی علمائے اہل حدیث اور اسی طرح دوسرے علماء اہل حدیث جن کا تذکرہ ''الفیوض المحمد یہ (مصنف ابراہیم خلیل)'' اصحاب علم وفضل (مصنف محمد تنزیل صدیقی)'' میں ملتا ہے، یہ تمام لوگ ذوقِ تصوف سے بہرہ ور اور روحانیت و تزکیۂ نفس سے گہرا شغف رکھتے تھے۔مولانا عبدالمجید سوہدروی اہل حدیث اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں، آپ کا شمار مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے تلامذہ میں ہوتا ہے، اس موضوع پر ''کرامات اہل حدیث'' کے نام سے اُن کی خوبصورت تصنیف معروف ہے۔

حکیم طارق محمود چغتائی معروف سیّال قلم مصنف اور کثیر التصانیف صاحبِ کتاب ہیں۔زیرِ تبصرہ کتاب اُن کی

تازہ جمع ترتیب ہے۔ اس کتاب میں علمائے اہل حدیث کی جانب سے علمِ تصوف وتزکیۂ اخلاق کے موضوع پر لکھی جانے والی تحریرات یکجا موجود ہیں۔ حتیٰ کہ معمولاتِ علمائے اہل حدیث کے نام سے اہل حدیث علما کے مجرب تعویذات کو بھی اکٹھا کیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ کتاب مختلف المشرب اور مختلف الذوق علما کی طرف منسوب باتوں کا مجموعہ ہے، ہر چند کہ فاضل مؤلف سے حسنِ ظن یہی ہے کہ اُنھوں نے اس نسبت کی تحقیق میں اپنی سی بھر پور کوشش کی ہوگی لیکن عوام الناس کو چاہیے کہ وہ ان معمولات وتعویذات کو محقق اہلِ علما حضرات سے پوچھے بغیر استعمال میں نہ لائیں۔

دو ہزار چھے سو صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب ایک اہم کاوش ہے۔ علماء صالحین کی روحانیت وتصوف کے موضوع پر خدمات کے لیے ایک اہم مصدر ومرجع بننے کے لائق ہے۔ گویا اپنے موضوع کے لیے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ہر انسائیکلوپیڈیا کی طرح اس میں بھی ہمہ قسم رطب ویابس کا امکان موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ مرتب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں، امت مسلمہ میں گروہی نفرتوں اور فرقہ ورانہ آویزشوں کو ختم فرمائیں اور ہمارے دل ایک دوسرے کے لیے نرم فرمائیں۔ (آمین)

چالیسویں سالانہ قدیمی مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ
اور 36 ویں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

کی ڈی وی ڈیز تیار ہو چکی ہیں۔ خواہشمند حضرات درج ذیل نمبر پر رابطہ کر کے حاصل کریں۔ اس کے علاوہ اکابر احرار خصوصاً حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ، محسنِ احرار حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، قائدِ احرار حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے بیانات کے آڈیو اور ویڈیو بیانات کی سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

صدائے احرار		دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان		0300-8020384

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

27 مارچ 2014ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نماز مغرب مجلسِ ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ادارہ

اخبار الاحرار

لاہور (11 فروری) تحریک طلباء اسلام کا ایک اہم اجلاس مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس نے کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تحریک طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی کنوینر محمد قاسم چیمہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے نوجوانانِ احرار اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے اور ہر سطح پر منکرین ختم نبوت اور قادیانیوں کا تعاقب جاری رہیگا۔ محمد قاسم چیمہ نے کہا کہ تعلیمی اداروں میں کفریہ ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کیلئے تحریک طلباء اسلام طلباء برادری میں شعور بیدار کرے گی، اور اسلامی نظامِ تعلیم کے عملی نفاذ کیلئے اپنی جدوجہد کو منظم کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ۲؍ مارچ کو لاہور میں منعقد ہونے والی ’’سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس‘‘ کو کامیاب بنانے کیلئے تحریک طلباء اسلام نے کمیٹیاں قائم کردی ہیں جو لاہور اور مضافات میں کام کریں گی۔ انہوں نے کہا کہ 1953ء میں دس ہزار شہداء ختم نبوت نے اپنا خون دے کر تحفظ ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کی تھی اور ایک بڑی تعداد ایسی بھی تھی جو نوجوانوں پر مشتمل تھی اور انہوں نے اپنے سینے تان کر تحفظ ناموس رسالت کے محاذ کو گرم رکھا تھا آج بھی ضرورت ہے کہ نوجوان اور طلباء برادری عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔

چنیوٹ (14 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم (شعبۂ تبلیغ) مولانا محمد مغیرہ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے، انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے، منکرین ختم نبوت کا تعاقب کرنا اور استعماری قوتوں کی سازشوں کے خلاف مجلس احرار اسلام نبرد آزما ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے نظریہ اور پروگرام میں اتنی جامعیت اور وسعت موجود ہے کہ پوری ملت اسلامیہ ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر عالمی استعماری قوتوں کیخلاف جدوجہد کرسکے، ہمارے موجودہ قائدین نے اپنے اکابر کی درست پالیسیوں کو عوام تک بہتر طریقے سے منتقل کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ منفی پراپیگنڈہ کے اثر کو ختم کر کے علماء حق سے وابستہ کیا جائے۔ مجلس احرار اسلام منکرین ختم نبوت کا تعاقب جاری رکھے گی۔ اس موقع پر حافظ محمد طیب نے کہا کہ قادیانی مرزائیوں کی ارتدادی سرگرمیاں حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہیں، مرتد اپنے آپ کو احمدی کہلا کر مسلمان نہیں ہوسکتے۔ انہوں نے کہا کہ مرزائیوں نے ارتداد کی تبلیغ کا سلسلہ قائم کرنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردیئے ہیں، ان کی اس سازش کے پیچھے امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا ہاتھ

ہے۔ مہر اظہر ونیس نے کہا کہ قادیانی سوشل میڈیا پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے معصوم مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں انٹرنیٹ پر ان کی ارتدادی سرگرمیوں پر حکومت کو ان کے خلاف ایکشن لینا چاہیے۔

لاہور (رپورٹ: قاری محمد قاسم) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ 15۔ فروری کی شام لاہور تشریف لائے اور رات کو جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ کی صاحبزادی کی تقریب نکاح میں شرکت کی، میاں محمد اویس اور محمد قاسم چیمہ بھی ہمراہ تھے، انہوں نے تقریب میں موجود قومی وسیاسی اور دینی رہنماؤں سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کیا۔ ۱۶رفروری کو وہ دفتر مرکزیہ میں دفتری اور تنظیمی امور میں مصروف رہے اور بعد نماز مغرب لاہور جماعت کے ارکان ومعاونین کے اجتماع سے تربیتی خطاب کیا جبکہ لاہور جماعت کے پرانے بزرگوں اور نئے ساتھیوں نے پرعزم ہو کر کام کرنے کا عہد کیا، میاں محمد اویس، حاجی عبداللطیف، قاری محمد یوسف احرار اور دیگر نے بھی خطاب کیا، رات کو مجاہد ختم نبوت جناب طاہر عبدالرزاق، منصور اصغر راجہ، عامر اعوان، جناب فاروق احمد خاں اور دیگر حضرات ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اگلے روز 17رفروری کو عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے مارچ میں مختلف مقامات پر ہونے والی ''شہداءِ ختم نبوت کانفرنسوں'' کے انعقاد کے سلسلہ میں مختلف امور نمٹائے اور شام کو چیچہ وطنی روانہ ہوگئے۔

ساہیوال (21رفروری) ''تحریک انسدادِ سود'' کی اپیل پر مجلس احرارِ اسلام اور انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ نے ساہیوال ڈویژن میں سودی معیشت کے خلاف مختلف اجتماعات میں صدائے احتجاج بلند کی اور سودی نظام کو ختم کر کے اسلامی معاشی نظام رائج کرنے کے لیے قراردادیں منظور کرائیں۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے مسجد شہداء فرید ٹاؤن ساہیوال میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سودی نظام نے ملک کی معاشی اور اقتصادی پالیسیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ حکمران اور رولنگ کلاس شریعت کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد میں رکاوٹ ہے، میاں نواز شریف کی حکومت کے پاس موقع ہے کہ وہ سپریم کورٹ سے سود کے حق میں دائر اپیل واپس لے اور ملک کو IMF اور ورلڈ بنک کے شکنجے سے آزاد کرائے انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے رہنما قاری منظور احمد طاہر، قاری بشیر احمد ،مولانا عبدالباسط اور مولانا منظور احمد سمیت دیگر علماء کرام نے اپنی اپنی مساجد میں ''تحریک انسدادِ سود'' کی مہم کی تائید و حمایت کا اعلان کرتے ہوئے سود کے خلاف قراردادیں منظور کروائیں، عبداللطیف خالد چیمہ نے ساہیوال میں جماعۃ الدعوۃ کے زیر اہتمام ''اتحادِ اُمت کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج شریعت اور آئین کو متصادم کہنے والے آئین پاکستان کو پڑھ لیں، قراردادِ مقاصد اس کا دیباچہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں آئین پر عمل درآمد

کے لیے متحد ہو جائیں، انہوں نے کہا کہ 1952ء میں تمام مکاتب فکر نے 23 نکاتی دستوری خاکے میں اسلامی نظام کے جملہ خدوخال واضح کر دیئے تھے، انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں فرقہ واریت اور اختلافات پیدا کرنے والوں کو ناکام بنانے کے لیے تمام مکاتب فکر کو عقیدۂ ختم نبوت جیسی مضبوط ترین قدرِ مشترک پر اکٹھے ہو جانا چاہیے، انہوں نے کہا کہ طالبان سے مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والی قوتیں اسلام، پاکستان اور نواز شریف کی دشمن ہیں، انہوں نے کہا کہ بلاول زرداری بھٹو اپنی شریعت اپنے پاس رکھیں اور قوم پر اپنا الحاد نافذ کرنے کی کوشش ترک کر دیں۔

لاہور (21 رفروری) سود کے خلاف مہم کے سلسلہ میں ''تحریک انسداد سود'' کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے کنونیئر مولانا زاہد الراشدی نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ 1973ء کا آئین اسلامی نظام کے نفاذ اور سود کے خاتمے کی ضمانت دیتا ہے جبکہ حکمران 1973ء کے آئین اور سود کے حوالے سے عدالتی فیصلوں سے مسلسل انحراف کر رہے ہیں، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ سودی نظام نے ملکی معیشت اور امن تباہ کر دیا ہے، حکمران ملک میں امن اور معیشت کا استحکام چاہتے ہیں تو سودی نظام ختم کر دیں، سود اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی جنگ ہے اور حکمران یہ جنگ کبھی نہیں جیت سکتے، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار اور دیگر رہنماؤں نے مختلف مقامات پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ 67 سالوں سے سودی نظامِ معیشت نے ملک کی اقتصادی وسیاسی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے، انہوں نے کہا کہ موجودہ تمام مسائل کا واحد حل اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کرنے میں ہے، انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی توثیق کی لیکن حکمران اور رولنگ کلاس آئین اور عدالتی فیصلوں کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، انہوں نے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کا انکار اور وزیرستان میں فوجی آپریشن ملک و ملت کے مفادات میں نہیں ہے۔

لاہور (23 رفروری) تحریک طلباء اسلام لاہور کے کارکنان کا ایک اہم اجلاس مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس میں طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی، اس اجلاس کی صدارت مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس نے کی، جس کے مہمان خصوصی قاری محمد یوسف احرار تھے۔ میاں محمد اویس نے اپنے صدارتی بیان میں کہا ہے کہ طلباء قوم کا عظیم سرمایہ ہیں ان کو عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کی بھی اشد ضرورت ہے تا کہ یہ اپنے دین سے واقف ہوں اور فتنوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ فتنوں کا دور ہے طلباء کو اس سے آگاہ کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ تحریک طلباء اسلام کے مرکزی کنونیز محمد قاسم چیمہ نے تحریک کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم طلباء اپنی دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھانے کی ہر ممکن

کوشش کریں گے اور اپنے اسلاف کی طرح تحفظ ختم نبوت کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، ہماری جوانیاں اس نیک مقصد پر صرف ہو جائیں تو یہی ہماری کامیابی ہوگی انہوں نے کہا کہ تعلیمی اداروں کو کسی صورت کفر والحاد کی نرسریاں نہیں بننے دیں گے اور نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کیلئے طلباء کی ذہن سازی کیلئے تربیتی کورسز کا اہتمام کیا جائے گا۔ قاری محمد قاسم نے کہا کہ جب تک حکومت الہیہ کا نفاذ عمل میں نہیں آتا ملک میں امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ثاقب افتخار نے کہا کہ طلباء کو قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں سے ہر وقت آگاہ رہنا چاہیے، احمد شفیق اور سعد عامر نے کہا کہ نیٹ پر قادیانیوں کی گمراہ کن ارتدادی سرگرمیوں کا راستہ روکنے کے لیے ہمیں بھی میڈیا کے محاذ کو پوری طرح سنبھالنا چاہئے۔ اجلاس حافظ محمد منیب کی تلاوت سے شروع ہوا، اس موقع پر دیگر طلباء نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا جن میں قاضی محمد حارث، محمد ابوبکر قصوری، محمد عثمان، محمد اعجاز، محمد وقاص وغیرہ شامل ہیں۔

چنیوٹ (24 ر فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے بوہرے شریف (چناب نگر) جامع مسجد رحمت اللعالمین میں سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی خاتم سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیلی شان کے ساتھ اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کے وجود مقدس پر نبوت و رسالت اور دینِ اسلام کو مکمل فرما دیا۔ اس طرح نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی مبعوث فرمایا جو آخری امت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امتِ محمدیہ میں خیرِ امت ہیں۔ وہی کامل ایمان والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ قرآن کریم میں صحابہ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل جماعت کے ذریعے ہی امت کو ملے۔ صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واحد واسطہ ورابطہ ہیں۔ ان پر عدم اعتماد ایمان سے محروم ہونے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے پر پھیلا رکھے ہیں، قادیانی اپنے مغربی آقاؤں کی شہ پر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں، ان کی ان ارتدادی سرگرمیوں کی سرکوبی کیلئے امت مسلمہ کو یکجا ہو کر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت ہمارے ایمان کا بنیادی جزو ہے، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ہم ہر قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کسی صورت آنچ نہیں آنے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کو اپنے دین اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے دنیا کے ہر کونے میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

قاضی فہیم احمد قریشی مرحوم: سرائے صالح ہزارہ میں ہمارے نہایت مہربان اور مخلص ساتھی جناب قاضی فہیم احمد قریشی ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۳ء کی شب خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج سے کوئی بیس برس پہلے راقم کفیل بخاری کا ہری پور میں مولانا اورنگزیب اعوان کے ہاں جانا ہوا تھا۔ تب انہوں نے قاضی فہیم احمد قریشی سے ملاقات کرائی تھی۔ اس باوفا اور مخلص شخص سے پہلی ملاقات میں جو تأثر قائم ہوا تھا انہوں نے مرتے دم تک اسے قائم رکھا۔ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت کرتے اور اسی نسبت سے میرا احترام کرتے۔ وہ ایک وسیع المطالعہ فکری اور تحریکی ساتھی تھے۔ انتہائی کم گو، متبسم چہرہ کی حامل یہ شخصیت اپنی محبت اور خلوص کی وجہ سے ہمارے دلوں میں گھر کر گئی۔ ۲۰۱۳ء میں ان کے ہاں سرائے جہاں جانا ہوا۔ انہوں حُسن سلوک میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ فہیم احمد قریشی یکم جون ۱۹۶۶ء کو پیدا ہوئے اور سینتالیس سال کی عمر میں اس دنیا سے آخرت کو سدھار گئے۔ حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

☆ پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب کی بہو اور مولانا حق نواز (سکردو) کی بیٹی گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

☆ چیچہ وطنی جماعت کے نائب امیر چودھری محمد اشرف کے بڑے بھائی چودھری عبدالستار مرحوم۔ انتقال 7؍فروری

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے مہربان اور معاون خصوصی حافظ محمد اشرف کے پوتے اور حافظ محمد امجد کے 11 ماہ کے بیٹے کا انتقال 11؍فروری

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 6-11۔ایل میں جماعت کے ذمہ دار عابد علی کے والد گرامی محمد بشیر 15۔فروری کو انتقال کر گئے، نماز جنازہ قاری محمد قاسم نے پڑھائی

☆ اہلیہ مرحومہ مفتی داؤد صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور دارالافتاء کے رکن حضرت مفتی داؤد مدظلہ کی اہلیہ اور ہمارے کرم فرما جناب مولانا علی داؤد کی والدہ ۱۶؍فروری کو لاہور میں انتقال کر گئیں۔

☆ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے استاذِ حدیث حضرت مولانا سیف الرحمٰن المھند کی اہلیہ اور جناب عبدالمالک کی والدہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئیں۔ ☆ فیض الرحمٰن سنجرانی مرحوم۔ انتقال: ۲۴؍فروری ۲۰۱۴ء ملتان

☆ مجلس احرار اسلام چشتیاں کے رہنما عطاء اللہ احرار کی ہمشیرہ، انتقال: ۲۲؍فروری ۲۰۱۴ء

☆ قدیم احرار کارکن شیخ حسین اختر لدھیانوی کے بھتیجے پروفیسر زاہد حسین، اوکاڑہ۔ انتقال: ۱۹؍فروری

☆ چیچہ وطنی کے سنیئر صحافی ملک محمد جمیل کے والدِ گرامی حاجی عبدالمجید 22؍فروری کو انتقال کر گئے۔

عبداللطیف ناز مرحوم: مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے جاں نثار کارکن عبداللطیف ناز ۲۵؍فروری ۲۰۱۴ء کو ایک حادثہ میں

انتقال کر گئے ۔ مرحوم گزشتہ پچیس برس سے مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ تھے۔ جماعت کے ساتھ ان کی وابستگی غیر متزلزل تھی۔ انتہائی مخلص اور ایثار پیشہ کارکن تھے۔ چنیوٹ اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں سرخ قمیص پہن کر اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر بڑے اہتمام کے ساتھ شریک ہوتے اور جماعتی ذمہ داریوں کو خوب نبھاتے۔ ۲۶ رفروری کو بعد نماز ظہر ان کی نماز جنازہ دارالعلوم مدنیہ میں قاری محمد یامین گوہر نے پڑھائی۔ بہت بڑا جنازہ تھا دینی جماعتوں، مدارس کے طلباء و اساتذہ، تاجر برادری وار مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجلس احرار اسلام کے ناظم تبلیغ اور مسجد احرار کے خطیب مولانا محمد مغیرہ، مدرسہ ختم نبوت کے اساتذہ وار طلباء کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین) قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس نے بھائی عبداللطیف مرحوم کی اچانک حادثاتی موت پر گہرے غم کا اظہار کرت ہوئے مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

- ہمارے نہایت مہربان اور کرم فرما مولانا احسان فاروقی (رکن جامع العلوم ملتان) فرزندِ نسبتی حضرت مولانا محمد محمد یسین مدظلہ چندماہ سے شدید علیل ہیں
- جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی: مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان کے سابق ناظم و رکن مرکزی مجلس شوریٰ
- چودھری محمد اکرام (لاہور) ● اہلیہ محترمہ ملک محمد یوسف صاحب (لاہور)
- حافظ عبدالرحیم نیاز (رحیم یار خان) رکن مرکزی مجلس شوریٰ
- محمد بشیر چغتائی (مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر)
- احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر جناب شیخ عبدالواحد (گلاسگو) کے فرزند شیخ عبدالماجد علیل ہیں
- دفتر احرار لاہور کے کارکن شوکت علی کے فرزند شاہران بیمار ہیں
- دفتر احرار چیچہ وطنی کے حافظ محمد سلیم شاہ کے والد سید خلیل الرحمٰن علیل ہیں

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

❁ ❁ ❁

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد بلاک 12 چیچہ وطنی 3 اپریل 2014ء جمعرات بعد نمازِ عشاء

زیرِ صدارت

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سیّدِ عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

مہمان خصوصی

حضرت مولانا

خواجہ رشید احمد مدظلہ العالی

مدیر مرکز سراجیہ لاہور

سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سراجیہ ہڑپہ

زیرِ نگرانی

مجاہد ختم نبوت

جناب **عبداللطیف خالد چیمہ**

ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

نواسہ امیر شریعت

جناب **سید محمد کفیل بخاری**

نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

خطیب اسلام

حضرت مولانا **محمد رفیق جامی**

فیصل آباد

مولانا رشید احمد (لدھیانوی)

امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب

ممتاز اہلحدیث رہنما

علامہ **سید ضیاء اللہ شاہ بخاری**

ساہیوال

منظوم خراجِ عقیدت

جناب **حافظ محمد اکرم احرار**

زعماء احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام دینی جماعتوں کے رہنما اور دانشور خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشریات

فون: 040-5482253

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

روح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
اور کیا چاہیئے!
Brands
Award

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔